تذکرہ

مشائخ بنارس

عبدالسلام نعمانی

مکتبہ ندوۃ المعارف، بنارس

ان هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا

سلسلۂ مطبوعات ندوۃ المعارف

(۱۰)

تذکرۂ مشائخ بنارس

پانچویں صدی ہجری سے لیکر تیرہویں
صدی ہجری تک سرزمین بنارس کے
تقریباً ۴۸ اولیائے کرام اور شہداء
وصالحین کا جامع تذکرہ

از

مولانا عبدالسلام نعمانی

ناظم ندوۃ المعارف و مدرس شعبۂ عربی جامعہ مظہر العلوم بنارس

ناشر:

مکتبہ ندوۃ المعارف بنارس

مطبوعہ:
سلیمی پریس، الہ آباد

نقش ثانی
بعد ترمیم و اضافہ

اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

تعداد طباعت ۵۰۰
قیمت مجلد ۱/۵۰

اُن شہیدانِ حق اور اولیائے باصفا کے نام

جن کے خون کے قطروں سے بنارس کی یہ سرزمین لالہ زار بنی، اور جن کو آج بھی بارگاہ خداوندی میں حیاتِ جاوداں حاصل ہے، رحمھم اللہ تعالیٰ،

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

(حافظ شیرازی)

المعروض بالامانی عبد السلام النعمانی

فہرست

	دیباچہ طبع اوّل	۷
	دیباچہ طبع دوم	۹
	مآخذ (وہ کتابیں جن سے اس تالیف میں مدد ملی)	۱۲
۱	پانچویں صدی ہجری : حضرت ملک فخرالدین شہید علوی قدس سرہٗ	۱۵
۲	چھٹی صدی ہجری : حضرت خواجہ نعیم احمد کابلی قدس سرہٗ	۱۶
۳	حضرت میر عارفین	؍؍
۴	ساتویں صدی ہجری : حضرت مخدوم تاج الدین قدس سرہٗ	۱۷
۵	حضرت مخدوم مولانا شیخ عبداللہ بنارسی قدس سرہٗ	؍؍
۶	حضرت مولانا سعید بنارسی قدس سرہٗ	۱۸
۷	آٹھویں صدی ہجری : حضرت شاہ نور محمد قدس سرہٗ	؍؍
۸	حضرت مولانا شیخ موسیٰ فردوسی عرف فردو شہید	۱۹
۹	نویں صدی ہجری : حضرت شیخ الاسلام خواجہ مبارک قدس سرہٗ	۲۰
۱۰	حضرت شیخ الاسلام بندگی فرید بنارسی قدس سرہٗ	۲۴
۱۱	حضرت شاہ حسن داؤد بنارسی قدس سرہٗ	۲۷
۱۲	حضرت بندگی مسعود بنارسی قدس سرہٗ	۲۹
۱۳	حضرت شیخ معین الدین بنارسی قدس سرہٗ	۳۰
۱۴	حضرت شیخ نصیر الدین بنارسی قدس سرہٗ	۳۰

۱۵	دسویں صدی ہجری: حضرت شیخ دانیال بنارسی قدس سرہٗ	۳۰
۱۶	حضرت خواجہ نورالدین محمد قدس سرہٗ بنارسی	۳۱
۱۷	حضرت حاجی شیخ ارزانی بنارسی قدس سرہٗ	،
۱۸	گیارہویں صدی ہجری: حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی قدس سرہٗ	۳۲
۱۹	حضرت میاں شیخ عالم بنارسی قدس سرہٗ	۳۹
۲۰	حضرت شیخ عبدالمومن کشمیری ثم بنارسی قدس سرہٗ	۴۰
۲۱	حضرت خواجہ محمد طاہر قدس سرہٗ	،
۲۲	حضرت شیخ حسن بنارسی و حضرت شیخ حسین بنارسی قدس اسرارہما	۴۱
۲۳	حضرت مخدوم مولانا شاہ یٰسین بنارسی قدس سرہٗ	۴۲
۲۴	حضرت شاہ عبدالرسول بنارسی قدس سرہٗ	۴۳
۲۵	حضرت سید ابراہیم اویسی قدس سرہٗ	۴۳
۲۶	بارہویں صدی ہجری: حضرت مفتی شیخ نوراللہ بنارسی قدس سرہٗ	۴۴
۲۷	حضرت علامہ اجل حافظ امان اللہ حسینی بنارسی قدس سرہٗ	۴۵
۲۸	حضرت قطب زماں مولانا شاہ سید محمد وارث رسول نما بنارسی قدس سرہٗ	۴۹
۲۹	حضرت ولی میاں قدس سرہٗ	۵۵
۳۰	حضرت میر محمد غوث بنارسی قدس سرہٗ	۵۶
۳۱	حضرت شہباز طریقت شاہ خدا بخش بنارسی قدس سرہٗ	،
۳۲	حضرت ملا شاہ محمد عمر فاروقی بنارسی قدس سرہٗ	۵۷
۳۳	حضرت مولانا شاہ رضا علی بنارسی قطب بنارس قدس سرہٗ	۶۴

تیرھویں صدی ہجری

۳۴	جناب مولوی شیخ طفیل علی اویسی بنارسی رح	۶۷
۳۵	مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث بنارسی رح	۶۸
۳۶	شاہ شیخ شمس الحق دہلوی ثم بنارسی رح	۶۹
۳۷	مولانا شاہ کریم اللہ صاحب بنارسی رح	″
۳۸	مولانا شاہ عبدالاعلیٰ بنارسی رح	۷۰
۳۹	مولانا ہادی علی ہفت قلم بنارسی رح	۷۵
۴۰	مولانا ابوالبرکات بنارسی	″
۴۱	حاجی شاہ مقصود علی بنارسی رح	۷۶
۴۲	شاہ غریب حسین بنارسی رح	″
۴۳	شاہ غفور اشرف سمنانی ثم بنارسی رح	۷۷
۴۴	مولانا شاہ عبدالسبحان مچھلی شہری ثم بنارسی	″
۴۵	عارف باللہ سید شاہ صابر علی بنارسی	۸۱
۴۶	شاہ قطب علی بنارسی رح	۸۳
۴۷	شاہ سید شمس الحق چشتی بنارسی رح	۸۵
۴۸	مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب بنارسی رح	″
	خاتمہ	۸۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل

بنارس کے مسلمانوں کی علمی تاریخ کے سلسلے میں "تاریخ آثار بنارس" کے نام سے پہلی قسط شائع ہو چکی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اور چند دنوں میں اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا، ورنہ میں کیا، اور میری بساط کیا؟

ایں سعادت بزور بازو نیست !

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ !

شائقین کا تقاضا تھا کہ دوسری قسط "مشائخ بنارس" جلد شائع ہو، مگر اس کی تکمیل فوراً نہ ہو سکی، اس بنا پر مزید انتظار کی زحمت برداشت کرنی پڑی، اس کی تلافی کی صورت یہ ہے کہ اب جلد ان کی خدمت میں اس کے بعد "بنارس کے موجودہ علماء" کا تذکرہ پیش کر دیا جائے،

پانچویں صدی ہجری سے لیکر تیرہویں صدی ہجری تک بنارس کی علمی خاک سے معلوم نہیں کتنے مشائخ، بزرگان دین، اور علماء اٹھے، مگر آج ان کی کوئی تاریخ ہمارے سامنے نہیں ہے، جو ہماری غفلت کا نتیجہ ہے۔

اس تالیف میں بنارس کی سرزمین کے تقریباً ۹۰۰ برس کے علماء و مشائخ

کا تذکرہ نقش قرطاس کیا گیا ہے، اور یہ ہمارے اسلاف کے علم و عمل کا یہ ۹۰۰ سالہ سرمایہ ہے جو آپ کے ہاتھوں میں پہونچ رہا ہے، اور جنکی ساری زندگی اطاعت و انقیاد، ایمان و عمل اور اخلاص و تقویٰ میں بسر ہوئی ہے، اور ان ہی پاک طینت بزرگوں کے فیض سے بنارس کی سرزمین مشرف ہوئی، اور کتنے ایسے ہیں کہ ان کے خون سے یہ چمن لالہ زار بنا:

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

"تاریخ آثار بنارس" کے پیش لفظ میں اس کتاب سے متعلق باتیں ذکر کی جا چکی ہیں بہر حال کتاب آپ کے سامنے ہے اور مشائخ اور چودہویں صدی کے علماء مرحومین کی اس فہرست میں اگر کوئی تذکرہ تسامح کی وجہ سے رہ گیا ہو تو اس کی نشان دہی فرمائیں

سبک نہ جلئے نگیری کہ بس گراں گہر است

متاع من کہ نصیبش مباد ارزانی!

دل میں جو بڑی سے بڑی آرزو رکھ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ زندگی کی آخیر گھڑیوں تک اسلاف کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق پاؤں، اور اس طریق صدق و حق کو اپنے لئے نشان راہ بنا لوں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے آمین

احب الصالحین ولست منھم

لعل اللہ یرزقنی صلاحاً!

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ، وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ!

ندوۃ المعارف، بنارس
۵ ار شوال المکرم ۱۳۷۱ھ

فقیر عبد السلام نعمانی مجددی

دیباچہ طبع دوم

ہندوستان کی اسلامی تاریخ سے ہویدا ہے کہ بنارس میں مسلمانوں کا وجود اُس وقت سے ہے جبکہ یہ بنارس سلطان محمود غزنوی کی شمالی ہندوستان کی فتح کا محور بنا ہوا تھا، اور یہ شرف صرف بنارس ہی کو حاصل ہوا کہ اس مہم میں اسلام کی کرنیں بنارس میں چمکیں، اور بے پناہ شہیدوں کے خون سے یہ سرزمین لالہ زار ہوئی۔

بنارس کے متعلق ہر شخص جانتا ہے کہ یہ ہندوؤں کا ایک عظیم مذہبی تیرتھ گاہ ہے اور یہاں کی سرزمین میں ان کو روحانیت کے جلوے نظر آتے ہیں، مرزا غالب نے بنارس آکر ہندوؤں کے اسی عقیدے کی ترجمانی کی تھی،

تعالی اللہ بنارس چشم بددور — بہشت خرم و فردوس معمور
عبادت خانۂ ناقوسیاں ست — ہمانا کعبۂ ہندوستان است!

اگر ایک طرف بنارس ہندوؤں کی نظر میں ایک مقدس مذہبی مقام ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کا باعظمت شہر ہے اور اسلامی روایات کا حامل ہے، اور یہاں کی خاک میں بڑے بڑے اولیائے کرام آسودہ ہیں،

حضرت سید سالار مسعود غازی (غازی میاںؒ) سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے، انھوں نے اپنے تبلیغی قافلہ کے سپہ سالار حضرت ملک افضل علوی کی سرکردگی میں بنارس میں مجاہدین کا ایک قافلہ روانہ کیا، محلہ علوی پورہ اور مقبرہ علوی شہید اسی زمانہ کی یادگار ہے، جسکی تفصیل "آثار بنارس" میں بیان کی جا چکی ہے۔

حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کے فیوض و برکات کا دریا سارے ہندوستان میں بہہ رہا تھا، بنارس کیوں محروم رہتا، حضرت غریب نواز نے اپنے خلیفہ خاص حضرت خواجہ نعیم احمد کابلی قدس سرہٗ کو بنارس بھیجا، اور جب حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ سمنان کی بادشاہت ترک کر کے ہندوستان تشریف لائے تو ان کے فیض کا چشمہ بنارس میں بہا اور ان کے دم قدم سے بنارس مشرف ہوا، اور آج بھی کچھوچھہ میں بسنے والے مخدوم اشرف قدس سرہٗ کا مزار کوئی جا کر دیکھے تو معلوم ہوگا کہ ایک سلطان اس کے اندر آرام فرما رہا ہے، اور ایک ہیبت و جلال کا عالم ہوگا،

بنارس کی خاک میں حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے کئی خلیفے آسودہ ہیں جن کا تذکرہ اس کتاب کے اندر کیا گیا ہے، اور اس طرح حضرت مخدوم کے فیض کا چشمہ بنارس میں اُبل رہا ہے، اور آج بھی جہاں کہیں روحانیت کی شمعیں جل رہی ہیں وہ اِسی آفتاب معرفت کا پرتو ہیں،

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند!

بنارس کے چپے چپے اور گلی گلی میں بے شمار اولیائے کرام اور مشائخ عظام کے مزارات ہیں، لیکن ناواقفیت کا یہ حال ہے کہ ان کے حالات کا کوئی حرف یاد نہیں، بلکہ بعض حضرات کی قبروں کا تو نام تک نہیں معلوم ہے، اس بے حسی پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان بزرگوں نے تاریخ کے صفحات پر جو نقوش قائم کیے ہیں، اور نئی نسلوں کے لیے جو سرمایہ حیات چھوڑا ہے وہ ایک لافانی شاہکار ہے، اور بہت سے

ایسے بھی مشائخ ہیں جن کا مزار گوشہ گمنامی میں ہے، اور امتداد زمانہ سے بے نشان ہو

بعد از وفات تربت ما در زمیں مجو!

در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست!

حضرات اولیائے کرام کو خداوند تعالٰی کی طرف سے ایک ایسی لافانی زندگی عطا ہوتی ہے جو اس دنیا کی زندگی سے الگ ہوتی ہے، اور وہ ہمیشگی کی زندگی ہوتی ہے یہ اہل سنت و جماعت کا ایک متفقہ عقیدہ ہے، جسکی روشنی میں یہ سمجھنا چاہیے کہ اگرچہ ان اولیائے کرام کا وجود بظاہر ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں، لیکن رہتی دنیا تک ان کے فیوض و برکات کا سلسلہ جاری رہے گا، جیسا کہ اہل دل جانتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان اولیاء کی محبت و عقیدت سے اپنا سینہ لبریز کرنا باعث سعادت سمجھتا ہے۔

"تذکرہ مشائخ بنارس" آج سے ۹ سال پہلے چھپی تھی، اور خدا کا شکر ہے کہ اہل ذوق نے اس کو بڑی قدر و عظمت کی نگاہوں سے دیکھا، اور اس تعدجان کو ہاتھوں ہاتھ لیکر خاکسار کی ہمت افزائی کی، اور اب ۹ سال کے بعد دوسری مرتبہ شائقین کی طلب پر آپ کے ہاتھوں میں پہونچ رہی ہے، اور کافی ترمیم و اضافے کے بعد اس تذکرہ کی حیثیت بڑھ گئی ہے،

اگر اس کتاب سے آپ کو نفع پہونچے تو فقیر کو دعائے خیر میں یاد رکھیں! میری بھی دلی دعا یہی ہے کہ اللہ تعالٰی تمام مسلمانوں کو دینی و دنیاوی دولت سے مالامال فرمائے، آمین

بنارس
رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۰ھ

فقیر عبدالسلام نعمانی
رفیق ندوۃ المعارف و مدرس جامعہ مظہر العلوم

مآخذ

وہ کتابیں جن سے اس تالیف میں مدد ملی

۱۔ **مناقب الاصفیاء:** معروف بہ گوہرستان قلمی، (فارسی) دسویں صدی ہجری کے آخر میں شیخ عزیز اللہ یمنی یمن سے ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے، اور بنارس میں قیام فرمایا، اسی قیام کے زمانے میں انھوں نے یہ کتاب لکھی، ان کے بیٹوں میں حضرت شیخ موسیٰ فردوسی ہیں جن کا مزار محلہ چتین پورہ میں "فردوسیہ" کے نام سے مشہور ہے، اس کتاب میں بنارس کے بعض مشائخ کا تذکرہ ہے، یہ کتاب نایاب ہے اور صرف ایک قلمی نسخہ دار المصنفین اعظم گڈھ کے کتب خانے میں موجود ہے

۲۔ **بحر ذخار** (قلمی) شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی نے آج سے تقریباً پونے "دو سو سال پہلے ۱۲۰۱ھ میں تالیف کی، فارسی زبان میں ہے، اور ہندوستان کے بہت سے علماء و مشاہیر اولیائے کرام کے حالات زندگی لکھے ہیں، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے جس کتاب سے حالات نقل کئے ہیں، ان کا حوالہ دے دیا ہے، اور اکثر جگہ لفظ بلفظ عبارتیں نقل کر دی ہیں، اس کتاب کے قلمی نسخے فرنگی محل، مارہرہ، پھلواری شریف میں موجود ہیں، چوتھا نسخہ مولانا سید شاہ شاہد علی صاحب سبز پوش گورکھپور و سابق سجادہ نشین آستانہ حضرت شاہ طیب بنارسی قدس سرہٗ کے کتب خانہ میں ہے، میں نے اسی نسخہ سے فائدہ اٹھایا ہے،

۳۔ **مناقب العارفین:** (قلمی) ۱۰۸۵ھ میں حضرت مخدوم شاہ طیب

بنارسی کے خلیفہ وخادم خاص حضرت مخدوم شاہ یٰسین بنارسی رح نے یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی، اس کتاب کا صرف ایک ہی قلمی نسخہ جامعہ مظہر العلوم بنارس کے کتب خانے میں ہے، جو ۱۱۸۳ھ کا نقل کیا ہوا ہے، اس کتاب میں ہندوستان کے اکثر مشائخ چشت کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے گئے ہیں، جن کا زیادہ تر ماخذ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی محدث قدس سرہٗ کی کتاب اخبار الاخیار ہے، کتاب کا نصف ابتدائی حصہ حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی رح اور ان کے خلفاء ومشائخ طریقت کے تذکرہ کی نذر ہو گیا ہے، اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اکثر وبیشتر واقعات چشم دید لکھے ہیں، اور بہت سے مشائخ کی خود زیارت کی ہے،

۴ - **تذکرۃ الکرام** : (قلمی) مولانا ابو الحیوٰۃ نبیرہ حضرت تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ (خلیفہ حضرت مولانا رسول نما بنارسی) نے اس کتاب کا مسودہ شب ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۳۹ھ کو مرتب فرمایا اور ۲۲ رمضان ۱۲۳۹ھ کو اس سال صاف کر کے کتابی شکل میں ترتیب دیا، اس کا اصل فارسی نسخہ پھلواری شریف کے کتب خانے میں ہے، اس کا اردو ترجمہ مولانا محمد یعقوب صاحب پھلواروی نے ۱۳۲۶ھ میں شائع کیا تھا، یہ کتاب حضرت مولانا رسول نما اور ان کے خلفاء کے حالات کا مرقع ہے،

۵ - **گنج ارشدی** (قلمی)
۶ - **گنج رشیدی** (قلمی)
۷ - **لطائف اشرفی** (قلمی)

} ان تینوں کتابوں کے متعلق آثار بنارس میں تفصیل آچکی ہے۔

۸۔ نزھۃ الخواطر : (عربی) از حکیم سید عبدالحی صاحب سابق ناظم ندوۃ العلمار اس کتاب میں ہندوستان کے مشائخ و علمار کی تیسری صدی ہجری سے لیکر تیرہویں صدی ہجری تک ۶ جلدوں میں تاریخ ہے، دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے،

۹۔ تذکرۃ الاعلیٰ : از مولانا نذیرالدین بنارسی مہتمم جامعہ سلیمانیہ بھوپال حضرت مولانا شاہ عبدالاعلیٰ بنارسیؒ کے حالات پر مفید رسالہ ہے،

۱۰۔ حیات سابق : از مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم وکیل بنارسی مرحوم حضرت عارف باللہ مولانا شاہ محمد رضا علی صاحب قدس سرہٗ کے خاندان کی یہ علمی تاریخ ہے، اور انھیں کے خاندان کے ایک فرد کے قلم سے ہے،

مذکورہ بالا کتابوں سے پوری کتاب میں اکثر و بیشتر فائدہ اٹھایا گیا ہے، ان کے علاوہ بعض دوسری کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے، اور ان کا حوالہ وہیں دے دیا گیا ہے،

پانچویں صدی ہجری

حضرت ملک سید فخر الدین شہید علوی قدس سرہٗ

آپ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے تبلیغی قافلہ کے ہمراہ بنارس تشریف لائے
آپ کے ہمراہ حضرت ملک افضل علوی بھی تھے، جن کا مقبرہ آپ کے مقبرہ سے
کچھ فاصلہ پر محلہ سالار پورہ میں ہے،

بنارس کا چمن پہلے پہل جن مجاہدین کے خون سے لالہ زار بنا، ان میں
حضرت ملک افضل علوی اور حضرت ملک سید فخر الدین شہید علوی کو نمایاں امتیاز
حاصل ہے، یہ حضرات بنارس میں جہاد کے سلسلے میں آئے تھے،

یہ قافلہ پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں بنارس وارد ہوا، جیسا کہ گنج ارشدی
کے مصنف نے لکھا ہے،

آپ کے احاطہ مزار کی تعمیر اور اس کے متصل مسجد کی تعمیر سلطان فیروز شاہ
کے وقت میں ضیاء الدین حاکم بنارس نے کرائی، جسکی تفصیل آثار بنارس میں لکھی
جا چکی ہے،

آپ کا عرس ہر سال ۱۴۔ جمادی الثانی کو ہوتا ہے، اور کثرت سے زائرین
کا ہجوم ہوتا ہے،

آپ کے مزار کے گرد و پیش بے پناہ شہیدوں کے مزارات ہیں، جن سے
اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے تبلیغی قافلہ کے بے شمار شہیدوں نے یہاں معرکہ آرائی
کی تھی، جن کی تفصیل آثار بنارس میں بیان ہو چکی ہے،

چھٹی صدی ہجری،

حضرت خواجہ نعیم احمد کابلی قدس سرہٗ

آپ کا وطن کابل تھا، وہاں سے اجمیر تشریف لائے اور حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف صحبت سے باریاب ہوئے اور ۶ صفر المظفر بروز چہارشنبہ ۵۵۶ھ عصر کے وقت حضرات خواجہ اجمیری نے آپ کو خلافت سے مشرف فرماکر بنارس[1] بھیجا، بنارس میں آپ نے ۳۱ سال قیام فرمایا، اور یہاں کی مخلوق کو فیضیاب کیا۔ افسوس ہے کہ آپ کے تفصیلی حالات نہ مل سکے، ورنہ ضرور درج ہوتے،

۵ محرم الحرام ۵۹۷ھ میں وفات پائی، اور بنارس کے محلہ قاضی پورہ متصل بڑا بازار مدفون ہوئے، آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خلائق ہے اور عوام میں خواجہ بابا کے مزار کے نام سے مشہور ہے، ہر سال ۷ محرم کو عرس ہوتا ہے،

مزار ایک احاطہ کے اندر ہے اور مزار کے متصل ایک مسجد ہے جس کے حجرے کے نیچے ایک زمین دوز چلہ خانہ بھی ہے، جو قابل دید ہے،

حضرت میر عارفین قدس سرہٗ

چھٹی صدی ہجری کے باکمال اور صاحب نسبت بزرگوں میں سے ہیں، افسوس ہے کہ آپ کا مزار پرانوار غیر معروف ہے، خاکسار مرتب کے والد ماجد

[1] سوانح و ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ص ۸۴ مطبوعہ آزاد پریس، دہلی



مقبرہ حضرت ملک افضل علوی (علوی شہید)
یہ بنارس کے محلہ علوی پورہ میں موجود ہے
تقریباً ساڑھے آٹھ سو برس پہلے کی یادگار



محلہ قاضی پورہ بنارس میں حضرت خواجہ معین الدین
اجمیریؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ نعیم احمد کابلی کا
مقبرہ!

حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب مدظلہ نے عرصہ تک آپ کے مزار پر حاضری دی ہے، اور اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ ضیاء الحسن صاحب بھوپالی قدس سرہ کے ایماء سے ۱۰۔ رجب کو عرس کا سلسلہ جاری فرمایا، جو اب تک جاری ہے، اور بہت سے شائقین حاضر ہوتے ہیں، آپ کا مقبرہ محلہ پٹھانی ٹولہ میں میر گھوڑ رہے کے امام باڑہ سے قریب ہی بلندی پر واقع ہے، اور آپ کے نام سے موسوم ہے، مقبرہ شاندار قبہ کے اندر ہے، اور کافی شکستہ ہو گیا ہے، ۱۳۱۹؁ھ میں حضرت والد بزرگوار نے اس مقبرہ کے متصل ہی ایک مسجد تعمیر کرائی تھی، جو اب منہدم ہو چکی ہے،

ساتویں صدی ہجری

حضرت مخدوم تاج الدین قدس سرہٗ

آپ کا مزار مبارک بنارس کی عیدگاہ لاٹ کے عقب میں مخدوم شاہ کے نام سے کافی مشہور ہے، آپ حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے خلفا میں سے ہیں، خلافت حاصل کرنے کے بعد بنارس میں قیام پذیر ہو کر مخلوق کو اپنے فیوض و برکات سے مالامال فرماتے رہے،

ہر سال ۷۔ صفر المظفر کو عرس ہوتا ہے، ملفوظات حضرت منیری میں آپ کا مختصر تذکرہ ہے، تفصیلی حالات کہیں نہ مل سکے،

حضرت مولانا شیخ عبداللہ بنارسی قدس سرہٗ

آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تک پہونچتا ہے، حضرت مخدوم

سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے خلفا میں سے ہیں، اور حضرت کے حکم سے کچھوچھہ سے بنارس تشریف لائے، لطائف اشرفی میں آپ کے مختصر حالات اور مناقب درج ہیں، اور یہ عبارت درج ہے:

وے قدوہ علماء صدیق و زبدہ فصحائے روزگار بود، از خلفائے کبرائے ایشانند ص ۱۲۱م	وہ علماء کے پیشوا اور صدیق النسل اور زمانہ کے فصحاء میں سے تھے، حضرت کے بڑے خلفاء میں سے ہیں،

نصرۃ المطابع دہلی ۱۲۹۷ھ

آپ کے مزار کا اب تک باوجود تلاش پتہ نہ چل سکا،

حضرت مولانا سعید بنارسی قدس سرہٗ

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے خلفاء میں مشہور رہیں، لیکن صحیح حالات نہ مل سکے، آپ کا مزار آپ ہی کے نام سے موسوم اور مشہور ہے، اور متصل سبالی پورہ ریلوے لائن کے کنارے واقع ہے،

آٹھویں صدی ہجری،

حضرت شاہ نور محمد قدس سرہٗ

آپ کا مزار معروف جگہ شکر تالاب میں ہی، جناب مولانا عبدالحمید صاحب فریدی پانی پتی نے اس مزار پہ عرس کا سلسلہ شروع کیا تھا اور اس کے متصل ہی ایک خانقاہ بھی تعمیر کرائی، حالات کہیں نہ مل سکے، زبانی طور پہ جو روایات ملی ہیں

ان سے معلوم ہوا کہ جہانگیر بادشاہ کے وقت میں بنارس تشریف لائے، اور حضرت شاہ رفیع الدین کے سلسلہ مداریہ میں بیعت کی تھی، واللہ اعلم

حضرت مولانا شیخ موسیٰ فردوسی قدس سرہٗ

نویں صدی ہجری کے بڑے صاحب نسبت بزرگ ہیں، حضرت شیخ حاجی چراغ ہند اور حضرت شیخ بدیع الدین قدس سرہما کے زمانے میں تھے اور ان بزرگوں کے ساتھ صحبت بھی حاصل تھی،

آپ نے سلسلہ فردوسیہ میں بیعت فرمائی تھی، اسی وجہ سے فردوسی مشہور ہیں، آپ کے والد بزرگوار مولانا شیخ عزیز اللہ یمنی ہندوستان تشریف لائے، اور بنارس میں مقیم ہو گئے، انھوں نے مناقب الاصفیاء کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی، جس میں آپ کا تذکرہ لکھا ہے،

آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عزیز اللہ یمنی سے بیعت فرمائی، اور انھوں نے اپنے والد شیخ احمد سے بیعت فرمائی اور انھوں نے اپنے والد شیخ محمد سے اور انھوں نے اپنے والد حضرت شہاب الدین یمنی سے بیعت فرمائی،

آپ کے دادا بزرگوار حضرت شیخ محمد یمنی کو اکثر مشائخ کی صحبتیں نصیب ہوئیں، آخر کار حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے، اور ان سے خرقہ خلافت بھی نصیب ہوا تھا،

دس سال کی عمر میں آپ کے والد ماجد نے انتقال کیا، آپ روزانہ قبر پر حاضری دیتے تھے، زندگی میں والد بزرگوار نے دارالمعرفت بہار جانے کی

ہدایت کی تھی، چنانچہ اس حکم کے مطابق شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے دست مبارک سے خرقہ پہننے کی سعادت حاصل کی، اور گھر واپس آئے،

آپ نے وہاں قیام فرماکر معارف وعلوم حاصل کئے، علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی بھی حاصل فرمائے، واپس آکر آپ نے درس کا حلقہ جاری فرمایا جس میں علوم قرآن کا درس دیتے تھے، اس کے علاوہ مختلف قسم کے علوم کا درس دیا کرتے تھے۔[1]

آپ کے مشہور شاگردوں میں بنارس کے ایک مشہور بزرگ حضرت شیخ مبارک بنارسی تھے، جن کی صلاحیت قلبی کی آپ بہت تعریف فرماتے تھے،

حضرت شیخ موسیٰ کے ملفوظات کی تعداد بہت زیادہ ہے،

۸۰۱ھ ۲۳ ذی قعدہ بوقت نماز فجر انتقال فرمایا، محلہ چھتن پورہ میں آپ کا مزار تالاب کے اوپر مشرقی جانب بلندی پر واقع ہے، عوام میں فردو بابا کے نام سے مشہور ہے، مزار کے سرہانے ایک پتھر پہ فارسی میں چند اشعار ہیں جو مٹ چکے ہیں،

نویں صدی ہجری،

حضرت شیخ الاسلام خواجہ مبارک قدس سرہٗ

نویں صدی ہجری میں بنارس کے صاحب کشف وکرامات اور بڑے مرتاض بزرگوں میں سے تھے، علوم ظاہری کی تکمیل حضرت شیخ موسیٰ فردوسی قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر فرمائی،

---

[1] رسالہ گوہرستان قلمی بحوالہ معارف نمبر ۳ جلد ۷۷ [2] مناقب العارفین ص ۱۰۱ تا ۱۰۴ قلمی

آپ کے زمانہ طالب علمی میں یہ واقعہ پیش آیا کہ میر اسمٰعیل قندہاری نے اپنے وطن سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر خانہ کعبہ کے غلاف کا ایک ٹکڑا پیش کیا، اور فرمایا کہ یہ تحفہ اس بشارت کی تکمیل میں ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اسمٰعیل! اس تبرک غلاف کو بنارس جاکر شیخ مبارک کی خدمت میں پیش کرو، کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں کہ حق تعالے نے ان کے سامنے اپنی تمام موجودات کو مثالی شکل میں پیش کیا اور انھوں نے ان کی طرف گوشہ چشم سے بھی نگاہ نہیں ڈالی، حضرت خواجہ مبارک نے اس جامہ مبارک کو سر پر رکھ کر فرمایا، یہ آپ کا حسن ظن اور عنایت ہے، ورنہ یہ غریب اس قابل کہاں؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک!

طالب علمی ہی کے زمانے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی مستفیض ہوئے۔

قدوۃ السالکین حضرت شیخ مصطفےٰ اجون پوری اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ مبارک اپنے زمانے میں بڑا مقام رکھتے تھے: ابتدا میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیں، علوم ظاہری حاصل فرمانے کے بعد طریقت کی طرف مائل ہوئے، اور سلوک کی اکثر کتابوں کا مطالعہ فرمایا، اور ریاضت ومجاہدہ میں زندگی کے ایام پورے فرمانے لگے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے:

ایک روز خواب میں دیکھا کہ بنارس کے تمام مشائخ اور علماء جوق در جوق شہر سے باہر تشریف لے جارہے ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے جارہے ہیں، حضرت خواجہ مبارک بھی ساتھ ہو گئے، بالآخر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہوئے

اس کے بعد جب وہاں سے اٹھے اور کچھ دیر گذری تو شور ہوا کہ حضرت بایزید بسطامی رح تشریف لا رہے ہیں چنانچہ آپ وہاں پہونچے تو حضرت خواجہ محمد عیسیٰ تاج جون پوری[۱] سے ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ اپنے زمانہ کے بایزید یہی ہیں، حضرت خواجہ مبارک کو حضرت خواجہ محمد عیسیٰ تاج سے باریابی کا خیال پہلے ہی سے تھا، اور غائبانہ طور پر ان سے عقیدت رکھتے تھے، یہ سعادت کی پہلی گھڑی تھی، جو خواب میں نصیب ہوئی پھر حسب ارشاد وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں اس کے بعد دو رکعتیں صلوٰۃ التوفیق کی پڑھیں، حضرت نے توبہ کرانے کے بعد اپنی دستار آپ کے سر پر رکھدی اور رخصت فرمایا، حضرت خواجہ مبارک جب خواب سے بیدار ہوئے، تو وہی دستار سر پہ پائی، اور اعضاء وضو کے پانی سے تر تھے،

اس خواب کے بعد آپ کی عقیدت اور بڑھی، اور ایک عزم و قوت کے ساتھ آپ نے جون پور کا قصد فرمایا، اور حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کا شرف حاصل فرمایا، تعلیم و تلقین کے بعد حضرت مخدوم نے اپنا خلیفہ مقرر کر کے مخلوق کی اصلاح اور تعلیم کے لئے بنارس واپس فرمایا،

سلہ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ تاج جون پوری قدس سرہٗ کا مزار مبارک جون پور میں ہے اور مشہور ہے، ۸۷۵ھ میں وصال ہوا، آپکے دنیا کے خزانوں پر لات ماری تھی، بڑے بڑے سلاطین نے آپکے در پر حاضری کا شرف حاصل کیا، ایک مرتبہ بادشاہ جون پور سلطان ابراہیم ملک الشرق نے آپ کی خدمت میں کچھ تحفے پیش کیئے، اور آپنے ان کو اس رباعی کے ساتھ واپس فرمایا،

من دلق خود با طلس شاہاں نمی دہم | ایں رنج فقر بملک سلیماں نمی دہم
از رنج فقر در دل گنجے کہ یافتم | ایں گنج را براحت شاہاں نمی دہم

(ترجمہ) میں اپنی گدڑی بادشاہوں کے اطلس کے بدلے میں نہیں دیتا، فقیری کا یہ رنج ملک سلیمان کے بدلے

ایک بار جب حاضری کے قصد سے نکلے تو پیر و مرشد نے فرمایا "سوندھی باس آوت ہے"، جب قریب پہونچے تو فرمایا "بیا اے مبارک سوندھو" اسی دن سے آپ سوندھو کے لقب سے مشہور ہوئے،

بنارس واپس تشریف لانے کے بعد یاد حق میں مشغول ہوگئے، آپ کی بزرگی کا شہرہ سنکر تمام شہر امنڈ پڑا، کثرت سے لوگ باریاب ہوئے،

آپ نے ساری زندگی فقر و فاقہ میں بسر فرمائی، اور کبھی تحفے قبول نہیں کیے اگر کسی مخلص نے کوئی چیز بھیجدی تو اس کا قلیل حصہ خود تناول فرماکر حاضرین میں تقسیم فرما دیتے آپ خلوت سے باہر نہیں آتے تھے،

آپ کا وصال ۱۰- شوال کو ہوا، اور ہر سال عرس ہوتا ہے،

محلہ بھدوؤں متصل کاشی اسٹیشن ایک احاطہ کے اندر آپ کا مزار اور مسجد ہے جو حضرت خواجہ شیخ طاہر کے مرید شیخ عنایت اللہ نے ۱۰۷۴ھ میں تعمیر کرائی، مسجد کی محراب میں یہ کتبہ لگا ہے:

عنایت اللہ نیکو سیر و خجستہ صفات	قبول درگہ پیران صاحب البرکات
بنا نمود ز بہر خدائے ایں مسجد	کہ لامع است درو نور حق ز جملہ جہات
ز فیض خواجہ مبارک محمد شہ چشتی	رسید بپایۂ عرش باشرف الدرجات
دلم چو کردہ تامل برائے سال بناش	ندا رسید بگوشم ز کاتب الحسنات
"قبول کردہ خداوندم" اے عزیز بنویس	بلوح زر کہ بود نور بخش چوں مشکات

مسجد اور مزار شارع عام پر نہیں ہے، اس لئے زائرین وہاں تک عام طریقے سے نہیں پہونچ سکتے، ہر سال صرف عرس کے موقعہ پر زائرین کا مجمع ہوتا ہے،

حضرت خواجہ مبارک کے خلفا بہت سے ہوئے، جن میں خلیفہ خاص حضرت بندگی
شیخ فرید نے آپ کی صحبت سے خاص طور پر فائدہ اٹھایا، اور مقامات عالیہ پر فائز ہوئے،
دوسرے خلیفہ حضرت بندگی شیخ سعد اللہ ہیں، تیسرے خلیفہ حضرت شیخ بُدھو حقانی
جون پوری ہیں جن کا مزار جونپور میں ہے، حضرت خواجہ تاج جونپوری کی خدمت
میں رہ کر عوارف المعارف پڑھی اور علوم باطنی حاصل فرمائے، اور حقانی لقب پایا،
اس کے بعد بنارس آکر خلافت حاصل کی، علوم متعارفہ میں نادر روزگار تھے،
۲۸۔ صفر کو وصال ہوا (گنج ارشدی ج ۱ ص ۹۸۹) چوتھے خلیفہ حضرت شاہ حسن بنارسی ہیں

حضرت شیخ الاسلام بندگی فرید قدس سرہٗ

آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضؓ تک پہونچتا ہے، اس اعتبار سے
آپ فاروقی النسل ہیں، آپ کے جد امجد حضرت شیخ خلیل فاروقی ولایت سے
تشریف لاکر قصبہ بھتری ضلع غازی پور میں مقیم ہو گئے تھے، چنانچہ آپ کی ولادت
کا شرف بھی اسی مقام کو حاصل ہے اور حضرت خلیل فاروقی کو اپنی خاک میں سپرد کرنے کا بھی
آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ قطب تھا، جن کی شادی شیخ الوقت حضرت
شیخ نور کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے شیخ فرید قطب اور بندگی شیخ داؤد
پیدا ہوئے، حضرت بندگی فرید جب پیدا ہوئے تو والد بزرگوار حضرت شیخ نور کی
خدمت میں ان کو لے کر حاضر ہوئے، حضرت شیخ نور نے دیکھتے ہی آپ کے
علوشان کی بشارت دی، اور تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، حضرت شیخ فرید اور
شیخ داؤد جب سن تمیز کو پہونچے تو تحصیل علوم کی غرض سے بنارس تشریف لائے

اس وقت حضرت موسیٰ فردوسی بنارسی کا بہت شہرہ تھا، ان کی روحانی کشش نے حاضری کی سعادت بخشی، جب حضرت فرید کا حضرت شیخ ابو موسیٰ فردوسی سے سامنا ہوا تو فرمایا، فرید ثانی! یہاں آؤ، پھر بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا، اور اندرون خانہ سے دو روٹیاں لاکر عنایت فرمائیں، اس کے بعد فرمایا کہ دونوں بھائیوں کے علم ظاہری و باطنی کی تکمیل میرے بھائی خواجہ مبارک کی تقدیر میں ہے اور ایک آدمی کے ذریعہ ان کو حضرت خواجہ مبارک کی خانقاہ میں بھیجدیا، اور اس دربار میں پہونچ کر حضرت شیخ فرید نے علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل فرمائی،

جب حضرت خواجہ مبارک کے وصال کا زمانہ قریب آیا تو اپنے محبوب مرید حضرت شیخ سعد اللہ کو یاد فرمایا، مگر اس وقت وہ حاضر نہ تھے، اور حضرت بندگی فرید موجود تھے، اس لئے تمام نعمتیں حضرت فرید ہی نے پائیں اور خلافت کی سعادت بھی حاصل کی، اس کے بعد فجر کے وقت حضرت بندگی شیخ سعد اللہ حاضر ہوئے اور یہ حال دیکھا تو حضرت خواجہ کے قدموں میں گر پڑے، اور بیقراری ظاہر کرنے لگے، حضرت نے فرمایا "ماشاء اللہ کان خود را مضطرب مکن" خدا کو جو منظور تھا وہ ہوا، خود کو بے چین نہ کرو، اور دل خوش رکھو کہ تمھیں بھی تمام سعادتیں اور نعمتیں حاصل ہیں، "اما سعد اللہ تا سعد اللہ فرید تا قیامت"، حضرت کے بعینہ یہ الفاظ تھے کہ سعد اللہ کی نعمتیں سعد اللہ ہی تک ہیں اور فرید کی نعمتیں قیامت تک چنانچہ حضرت کی یہ پیشینگوئی حرف بحرف پوری ہوئی، اور حضرت شیخ فرید کی نعمتیں اب تک جاری ہیں اور سلسلہ ارادت تاحال جاری ہے،

حضرت خواجہ مبارک کی نظروں میں آپ کی اتنی وقعت تھی کہ اپنے ایک خاص

بھائی شیخ مدن کے ہوتے ہوئے جو کمال تقویٰ سے آراستہ تھے آپ کو اپنا جانشین بنایا،
آپ کی زندگی کی ابتدائی منزلیں سخت ریاضت و مجاہدہ میں بسر ہوئیں، سیر سیاحت کے سلسلے میں بہت سے متبرک مقامات کی زیارت کی، اور کئی بار زیارت حرمین شریفین نصیب ہوئی،

بنارس میں آپ کا مزار مبارک محلہ مدن پورہ سے متصل فرید پورہ ایک مسجد کے اندر واقع ہے، یہ محلہ آپ ہی کے نام سے موسوم ہے، ہر سال ۱۴ ارشوال کو عرس ہوتا ہے

آپ کے تین فرزند تھے:

(۱) میاں شیخ محی الدین، انھوں نے کتب متداولہ اپنے والد ماجد سے پڑھکر درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا، صلاح و تقویٰ میں ضرب المثل تھے، پدر بزرگوار کے ہمراہ کئی بار حرمین شریفین کی زیارت کی، آپ کو بھی کئی اولاد ہوئیں، بنارس سے تھوڑی دور پر موضع محی الدین پور میں آپ کا مزار ہے، آپ کی اولاد بھی وہیں دفن ہیں،

(۲) شیخ ابواللیث، علوم ظاہری سے فراغت نہ ہو سکی، سماع و وجد سے خاص ذوق تھا، کئی بار سماع میں عجائب احوال کا مشاہدہ فرمایا حضرت خواجہ مبارک قدس سرہ کے چبوترہ مزار کھدؤں میں مدفون ہیں،

(۳) میاں شیخ حبیب اللہ، آپ نے خرقہ خلافت زیب تن فرمایا، پدر بزرگوار کی آپ پر شفقت رہی، علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہونے کے بعد صاحب کشف و کرامات ہوئے، حج کے ارادہ سے نکلے تھے، راستے میں فرنگی تاجروں نے پانی کے اندر ڈبو دیا اور وفات ہوئی، آپ کے صاحبزادے دو ہیں (۱) میاں شیخ جاندہ بڑے صاحبزادے ہیں جن کو خرقہ خلافت نصیب ہوا، (۲) میاں شیخ طاہر،

حضرت شیخ فریدؒ کے خلفاء

(۱) آپ کے صاحبزادے شیخ حبیب اللہ بڑے پایہ کے عالم اور محدث گذرے ہیں، صاحب حال تھے (۲) حضرت شاہ حسن داؤد بنارسی جن کا ذکر آگے آرہا ہے (۳) حضرت سید بدھ حسنی، شیر شاہ سوری کے زمانے میں اکثر افغان آپ کے مرید ہوئے (۴) حضرت میاں شیخ لاڈ جون پور میں اکثر خدمت خلق فرماتے رہے اور وہیں وصال ہوا (۵) حضرت خواجہ مبارک محدث فاروقی جو اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور محدث تھے، اور ثقہ شیوخ سے سند حاصل فرمائی تھی، حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار کی حدیثوں کو آپ نے خاص طور پر ترتیب دے کر مدارج الاخبار نام رکھا، شیر شاہ اکثر آپ کی صحبت میں رہا، آپ کی اولاد بنارس اور جون پور میں موجود ہیں،

حضرت شاہ حسن داؤد بنارسی قدس سرہٗ

اجلہ وقت اور مشائخ کبار میں سے ہیں، سلسلہ ارادت اپنے چچا حضرت بندگی فرید کے واسطے سے حضرت خواجگان چشت تک پہونچتا ہے، خلافت ان ہی سے حاصل ہوئی، علوم ظاہری اور کتب متداولہ کی تکمیل اپنے چچا کی خدمت میں رہ کر کی، تکمیل کے بعد درس و تدریس میں منہمک رہے، اور تصانیف بھی کیں، چنانچہ صرف و نحو کا ایک رسالہ تحریر فرمایا اور مرغوب الطالبین کے نام سے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا جو ملک العلماء کے طریق ارشاد پر مشتمل ہے طبیعت جب درس و تدریس کی جانب سے سرد پڑ گئی تو مجبوراً کتابیں بالائے

طاق رکھ کر حق کی طرف مشغول ہو گئے، ریاضت ومجاہدہ بڑی سختی کے ساتھ کئے، خشک روٹی سے ہر روز افطار فرمایا کرتے تھے،

آپ کے پدر بزرگوار بندگی شیخ داؤد نے دریائے گنگا و برنا کے سنگم پر راجہ بنار کے قدیم قلعہ کے کھنڈرات میں ایک حجرہ تعمیر کر رکھا تھا، آپ کا قیام بھی ایک عرصے تک وہیں تھا، مگر وصال سے ۷ سال پیشتر علوی پورہ میں ایک حجرہ بنا رکھا تھا، علوی پورہ میں شہیدوں کے مزارات کی کثرت ہے، اس تقریب سے اکثر ارواح سے ملاقات ہوتی تھی، اور آپ پر قبروں کے حالات منکشف ہو جاتے تھے، استغراق کا یہ عالم تھا کہ اذان سنکر ہوش میں آجاتے تھے، اور نماز ادا فرماکر پھر استغراق کی کیفیت میں ہو جاتے اسی عالم میں آپ کو خانۂ خدا اور بیت الرسول کی زیارت کا شوق پیدا ہوا، اور نکل پڑے، مگر کشتی پر چند فرنگی ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور کشتی غرق ہو گئی، اور آپ اس طرح شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے، یہ واقعہ ۱۴ جمادی الاولی ۹ھ کا ہے، اس وقت آپ کی عمر ۵۰ سال کی تھی، لوگوں کا بیان تھا کہ جس دن آپ غرق ہوئے ظہر کے وقت حضرت بندگی فریدؒ نے جانماز اٹھائی تو حضرت حسن داؤد کی تسبیح اور کنگھی اس کے نیچے سے نکلی، دیکھ کر فرط فراق سے آنسو جاری ہو گئے، اور فرمایا کہ پیشوا اس وقت دنیا سے رخصت ہو گیا، چند سال کے بعد حضرت شاہ اسمٰعیل بنارسی جو آپ کے ساتھ سفر میں تھے بنارس واپس آئے اور واقعہ شہادت کی تفصیل بیان کی، اور تاریخ شہادت بھی وہی بیان فرمائی، جو حضرت بندگی فریدؒ نے کشف کے ذریعہ بیان فرمائی تھی،

آپ نے تین اولاد چھوڑیں (۱) حضرت بندگی مسعود (۲) حضرت شیخ معین الدین

(۳) حضرت شیخ نصیر الدین،

حضرت بندگی مسعود قدس سرہٗ

اپنے والد بزرگوار کی زندگی میں نابالغ تھے، اس لئے خلافت وارادت کی نعمت نہیں پائی، مگر اس کی پوری صلاحیت موجود تھی حضرت بندگی فرید نے علوم ظاہری وباطنی سے آراستہ کرنے کے بعد اپنے حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا، اس کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب جون پوری دہلوی کی خدمت میں دو سال رہے، حضرت نے آپ کو کامل پایا، اور اجازت وخلافت مرحمت فرمائی، اور سلسلہ چشتیہ کے اشغال واعمال کی تلقین فرمائی، پھر اپنے دست مبارک سے خرقہ خاص پہنا کر بنارس رخصت فرمایا، آپ نے منڈواڈیہ میں قیام فرمایا اور باغ میں حجرہ بنا کر عزلت گزیں ہو گئے، اشغال واعمال پوری پابندی اور مستعدی کے ساتھ ادا فرمانے لگے،

زندگی کے آخری دنوں میں ایک بار حضرت شیخ الوقت مخدوم شاہ طیب بنارسی کو طلب فرمایا، مگر وہ اس وقت حاضر نہیں تھے، حضرت بندگی مسعود نے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میری دلی خواہش یہ تھی کہ جو کچھ فقیر کو ان بزرگوں سے ملا ہے وہ اس فرزند کو حوالہ کر دوں، اس کے چند گھنٹوں کے بعد ہی آپ کی پیاری روح خدا کے دربار میں پہونچ گئی، تاریخ اور سن وفات کا پتہ نہیں منڈواڈیہ باغ کے اندر آپ کی آرام گاہ ہے،

حضرت شیخ معین الدین قدس سرہٗ

آپ اپنے برادر بزرگ بندگی مسعود سے مرید ہونے کے بعد منڈواڈیہہ میں قیام فرمایا، حضرت شاہ طیب بنارسی قدس سرہٗ آپ کے بڑے فرزند ہیں، ۳۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا، منڈواڈیہہ تالاب کے قریب ایک احاطہ کے اندر آپ کا مزار متبرک ہے، جو عرف عام میں بڑی درگاہ کے نام سے مشہور ہے،

حضرت شیخ نصیر الدین قدس سرہٗ

حضرت بندگی مسعود کے سب سے چھوٹے بھائی ہیں، عین جوانی کے عالم میں انتقال فرمایا، آپ کو نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی، آپ کی قبر بھی منڈواڈیہہ بڑی درگاہ کے احاطہ کے اندر واقع ہے،

حضرت شاہ یٰسین صاحب مرتب مناقب العارفین تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت بندگی شاہ حسن کو حضرت نصیر الدین کے علاوہ کوئی دوسرا خلیفہ نہ تھا، اور آپ کا سلسلہ ابھی باقی ہے،

دسویں صدی ہجری

حضرت شیخ شاہ دانیال بنارسی قدس سرہٗ

اپنے زمانہ کے بڑے بلند مرتبہ مشائخ میں تھے، رات کو عبادت فرماتے تھے، حالت نہایت قوی تھی، بنارس کی مخلوق کو عرصہ تک فائدہ پہونچاتے رہے

سارا شہر آپ کی ولایت کا معتقد تھا، صاحب بحر ذخار تحفۃ الابرار کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "آپ سلطان شیخ محمود کے خلفاء میں سے ہیں، جن کا سلسلہ ارادت چند واسطوں سے حضرت صدر الصدور تک پہونچتا ہے، صدر جہاں کا سلسلہ سید جلال بخاری خلیفہ حضرت قطب المدار سے ملتا ہے، حضرت سید طیب ظفر آبادی سے خلافت بھی ملی، صاحب بحر ذخار لکھتے ہیں کہ:

"حضرت شیخ محمد محمود قلندری جد خاکسار نگارندہ بحر ذخار خرقہ خلافت از سید طیب یافتہ"

۱۹۔ جمادی الآخر ۱۰۱۵ھ میں انتقال فرمایا، مولوی تقی صدر صاحب نفحات عنبریہ میں لکھتے ہیں کہ" آپ کی قبر بنارس میں قلعہ کہنہ (پرانا قلعہ راج گھاٹ) سے مغربی جانب ہے" ص ۱۱۰

حضرت خواجہ نور الدین محمد قدس سرہٗ

بڑے صاحب نسبت بزرگ معلوم ہوتے ہیں واللہ اعلم محلہ قزاق پورہ متصل لاٹ بھیرو آپ کا مزار مبارک ۴½ فٹ لمبا اور ۲½ فٹ چوڑا اور اسی قدر بلند ہے، مزار کے اوپر یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے، البتہ ایک مصرع بالکل مٹ گیا ہے،

بوقت جاں سپردن خواجہ نور الدین محمد را	....
عجب نبود کہ ماند تا بروز حشر نام وے	خرد گفتہ بہشت جاوداں باشد مقام وے

۹۷۷ھ

حضرت حاجی شیخ ارزانی قدس سرہٗ

آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم تک پہونچتا ہے، آپ بڑے مقدس بزرگ تھے، زیارت حرمین شریفین کی سعادت بھی حاصل فرمائی، آپ کے دادا

خواجہ مبارک ارزانی فاروقی محدث تھے، جن کا تذکرہ ہو چکا ہے،

۹۸۰؁ھ میں وفات پائی، آپ کے اجداد رہتک سے آئے، اور موضع بکھرا میں قیام کیا، یہ موضع بنارس سے دکھن جانب دریائے گنگا کے کنارے واقع ہے،

گیارھویں صدی ہجری

حضرت مخدوم شاہ طیب فاروقی بنارسی قدس سرہٗ

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امیر المومنین خلیفہ رسول اللہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے آپ کے جد اعلیٰ الشیخ ولایت عرب کی طرف سے ہندوستان تشریف لائے اور مضافات غازی پور میں سکونت فرمائی، نواح غازی پور میں آپ کی اولاد زیادہ ہوئیں اور متفرق مقامات پر پھیلیں،

حضرت خلیل فاروقی کے دو پوتے حضرت شیخ فرید و حضرت شیخ داؤد علم حاصل کرنے کے لئے بنارس آئے اور پیر کے حکم سے شادی کرلی، بنارس اور اس کے اطراف میں ان کی اولاد کا سلسلہ پھیلا، حضرت مخدوم شاہ طیب شیخ داؤد کی اولاد سے ہیں، ابن شیخ معین الدین ابن حضرت شاہ حسن داؤد ابن شیخ داؤد،

حضرت شیخ معین الدین ۱۰ سال کی عمر میں اپنے اس نیک بخت بیٹے کو چھوڑ کر ابدی نیند سو گئے،

والدہ ماجدہ زندہ تھیں، مگر پرورش پھوپھی نے کی، اس وقت آپ قرآن پاک پڑھ رہے تھے، قرآن پاک اور فارسی کی چند کتابوں کو پڑھنے کے بعد کچھ دنوں حضرت استاد العلماء میاں شیخ نظام الدین کے مدرسہ میں حاضر رہ کر صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں



ہندوستان کی ۳۰۰ سالہ اہم تاریخی درسگاہ جہاں درس نظامیہ کی ابتدا ہوئی یہ حافظ امان اللہ حسینی بنارسی کی خانقاہ ہے جو فوارہ کی مسجد سے متصل ہے!



محلہ علوی پورہ بنارس میں ملا حافظ امان اللہ کا تاریخی مزار جو بنارس میں عالمگیر کی طرف سے قاضی تھے!



منڈواڈیہ میں حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی کا مزار جو اکبر بادشاہ کے وقت کی ایک تاریخی یادگار ہے

حضرت استاذ پڑھانے کے زمانے میں حضرت مخدوم کی وضع کو بیحد پسند فرماتے تھے، اور نظرِ عنایت کامل تھی، اکثر یہ فرماتے کہ اس لڑکے سے پیشوائی کی بو آتی ہے، دنیا اس کے برکات سے حصہ پائے گی اور یہ خاندان اس بچے کی ذات سے روشن ہوگا، یہاں پڑھنے کے بعد پھر جونپور تشریف لے گئے، اور شیخ نور اللہ ہروی کی خدمت میں حاضر ہوکر شرح وقایہ، حسامی، اور بعض کتابیں معانی کی پڑھیں،

تنہائی بے حد پسند فرماتے تھے، لیکن بعض اربابِ حقوق کے مشورہ سے شادی بھی ہوئی، ایک سال مستقل جونپور کے زمانہ قیام میں حضرت مخدوم العلماء مولانا خواجہ کلاں تشریف لائے، اور حضرت قبلہ گاہی شیخ تاج الدین جھوسوی (خلیفہ مولانا خواجہ کلاں) بھی ہمراہ تھے، حضرت مخدوم کو حضرت مولانا خواجہ کلاں سے طالب علمی کے زمانے میں بڑی عقیدت تھی، اس تقریب نے ارادت کا شوق ظاہر کر دیا، چنانچہ حضرت مولانا خواجہ کلاں نے بزرگانہ شفقتوں کے ساتھ اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیا، اور اجازت بھی مرحمت فرمائی،

حضرت شاہ یٰسین بنارسی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی مصنف مناقب العارفین بھی اتفاقاً ایک روز وہاں حاضر تھے، بات ہی بات میں حضرت مخدوم نے اپنے حالات بیان فرمانا شروع کر دیا، اور فرمایا میری خواہش ایک عرصے سے یہ تھی کہ حضرت شاہ حسن کے کسی خلیفہ سے خلافت نصیب ہو، چنانچہ آج یہ سعادت ملی کہ حضرت شاہ حسن بنارسی کے خلیفہ حضرت مولانا خواجہ کلاں سے خلافت ملی، اس کے بعد ہی سے فقیر کا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا، اس اثناء میں ریاضت کی کٹھن منزلیں طے کیں، تنگی معاش کی بنا پر کچھ دنوں حکام بنارس کی ملازمت کی مگر اس کو پسند نہ فرمایا

بالآخر ملازمت ترک فرمائی اور تمام دنیاوی امور سے توجہ ہٹا کر جنون اور دیوانگی کی کیفیت پیدا کی، عبادات بقید اوقات فرمانے لگے، قرآن پاک کی تلاوت زیادہ فرماتے تھے، اکثر باغ اور گوشہ میں بیٹھتے، اس وقت آپ کے دوستوں میں سے کچھ لوگ حج کے ارادہ سے حرمین شریفین کا سفر کرنے والے تھے، حضرت مخدوم بھی یہ سنکر بیتاب ہوگئے، یک بیک الہام ہوا کہ ابھی تم اس کے مستحق نہیں ہو، پہلے اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوکر علوم معرفت حاصل کرو، اس کے بعد اس مبارک سفر کی سعادت حاصل کرنا، چنانچہ والدہ اور پھوپھی سے اجازت لیکر شیخ پورہ (جھونسی) کا قصد فرمایا، رسم سپاہانہ کے مطابق آپ مسلح اور سوار ہوکر حضرت مولانا خواجہ کلاں کی خدمت میں حاضر ہوئے، طریقہ تجرید سے واقف نہ تھے، اس بنا پر حضرت مولانا نے ظاہری طور پر اندازہ لگایا کہ شاید تلاش معاش کے قصد سے نکلے ہیں، اس کے بعد مولانا کے سامنے اپنے حالات بیان فرمائے، مولانا نے تسلی اور دلجوئی فرمائی اتفاق وقت سے مولانا کے خلیفہ حضرت تاج الدین بھی وہاں قیام پذیر تھے، آپ کو ان سے عقیدت بڑھی اور ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں فیض اٹھانے کا شوق غالب ہوا، چنانچہ کچھ دنوں فیض حاصل فرماکر بنارس تشریف لائے،

آپ کا سلسلہ ارادت و خلافت چشتیہ یہ ہے :-

حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی من شیخہ حضرت تاج الدین جھونسوی من شیخہ حضرت مولانا خواجہ کلاں من شیخہ ناصر الدین اسد العلماء جھونسوی من شیخہ حضرت شاہ حسن بنارسی من شیخہ وعمہ حضرت بندگی شیخ فرید بنارسی قطب بنارس من شیخہ حضرت خواجہ مبارک سوندھو بنارسی من شیخہ حضرت مخدوم محمد عیسیٰ تاج جونپوری

من شیخہ حضرت شیخ فتح اللہ اودھی من شیخہ حضرت شیخ صدر الدین طبیب دلہا من شیخہ، حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی من شیخہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ اسرارہم الی آخرہم،

حضرت مخدوم تاج الدین سے سلسلہ سہروردیہ میں بھی اجازت حاصل تھی، اعمال واوراد چشتیہ کی اجازت حضرت مولانا خواجہ کلاں سے حاصل تھی، اشغال قادریہ بھی حضرت تاج الدین سے ملے تھے، لیکن خرقہ قادریہ اپنے دست اقدس سے نہیں عنایت فرما سکے، کیونکہ جلد ہی اجل نے آغوش میں لے لیا،

حضرت مخدوم شاہ طیب پیروں کی زیارت کے قصد سے دہلی تشریف لے گئے، اور حضرت مولانا شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو اپنے وقت کے سلسلہ قادریہ کے امام مانے جاتے تھے، حضرت مخدوم شاہ طیب نے ان کا سلسلہ صحیح و درست دیکھ کر ان کے دست مبارک سے خرقہ پہنا،

۲۰ سال کی عمر میں جذبہ طلب حق نے رہنمائی فرمائی، حضرت مولانا خواجہ کلاں کے حکم سے حضرت تاج الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفیض ہوئے، اجازت وتکمیل کے بعد بنارس رخصت فرمایا، چنانچہ آپ منڈواڈیہ تشریف لائے اور کچھ مدت تک یہاں قیام فرمایا، مگر دل ودماغ سکون اور تنہائی کی تلاش میں تھا، گنگا اور جمنا کے سنگم پرانا قلعہ کے قریب کھنڈرات میں حجرہ بنا کر عبادات وریاضات میں مشغول ہو گئے، یہ دیکھ کر وہاں اور بہت سے خادموں نے بھی اپنے مکانات بنا لئے، اور ہر وقت خدمت میں رہنے لگے، آپ نے اس جگہ کا نام شریعت آباد رکھا، اب بھی یہ نام ایک گاؤں کا موجود ہے مگر برنا ندی کے اُس پار ہے،

شروع میں آپ کو سماع سے ذوق تھا، لیکن آخر وقت میں اس سے پرہیز پیدا ہو گیا، اور فرماتے تھے کہ اب سماع نہیں سننا چاہیے اس لئے کہ وہ اپنی شرطوں پر باقی نہ رہا، اور زمانہ فاسد و ناموافق آگیا، یہاں تک کہ ایک روز توبہ کے بعد فرمایا:۔

الآن اسمع من اللہ ولا احتاج الی السماع   اب میں اللہ سے سنتا ہوں اور سماع کی حاجت نہیں

سماع سے اسی توبہ کا اثر ہے کہ آجتک آپ کے سلسلہ میں موقوف ہے اور اس سلسلے میں کوئی قوالی نہیں سنتا فالحمد للہ علی ذالک،

شریعت پر کمال استقامت حاصل تھی، آپ کے افعال و اقوال سرکار دوعالم کی سنت کے مطابق ہوتے تھے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے باب میں بڑا رسوخ تھا، اس دیار میں اکثر شادی و بیاہ کے رسوم میں بہت سی بدعتوں کا غلبہ رہتا تھا، مثلاً جلوہ و نقارہ وغیرہ، آپ نے ان کا پورا پورا سد باب فرمایا بچپن میں لوگوں نے اکثر تہجد کے وقت آپ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے پایا ہے :۔

گر صد ہزار قرن ہمہ خلق کائنات   فکرت کنند در صفت و ذات اے خدا

آخر بعجز معترف آیند کہ اے الٰہ   دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما

(ترجمہ: اے خدا! اگر تیری ذات اور صفات میں کائنات کی تمام مخلوقات سو ہزار صدیوں تک بھی غور و فکر کرتی رہیں تو آخر کار وہ عاجز ہو کر اعتراف کریں گی کہ اے خدا، یہی جانا گیا

یہ اشعار پڑھتے وقت آپ کی آنکھیں پُرنم رہتی تھیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی،

آپ کو تصنیف و تالیف سے بھی ذوق تھا، آپ نے فقہ و تصوف کے مسائل جمع کر کے ایک ضخیم کتاب صلوٰۃ طیبی تحریر فرمائی، مولانا رضا علی بنارسی رحمہ (۱۳۱۲ھ) نے اپنے اکثر فتاوی میں اس کتاب کا حوالہ دیا ہے، چنانچہ فیوض الرضا میں ایک جگہ اس طرح عبارت ہے

"قال العالم العامل العارف الفقیہ المحقق المدقق الشیخ طیب البنارسی"

جمعہ کی نماز اکبر بادشاہ کی تعمیر کردہ مسجد (گیان باپی) میں ادا فرماتے تھے، ایک بار
خطبہ میں خطیب نے اکبر کا نام لیا، حضرت شاہ طیب نے جوش میں آکر خطیب کو منبر سے
نیچے اتار دینا چاہا، اور فرمایا کہ خطبہ میں کافر کا نام لیتا ہے؟ اتفاق وقت سے حضرت
مولانا خواجہ کلاں اور حضرت شیخ تاج الدین بھی موجود تھے، شہر کے قاضی اور حاکم
وغیرہ شیخ طیب کی ہیبت سے کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکے۔ ان لوگوں نے ان دونوں
بزرگوں کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ ہم لوگ بادشاہ کے نوکر ہیں، اگر بادشاہ کو
واقعہ کی اطلاع ہو جائیگی تو ہمارے گھروں کو تاراج کر دے گا، مولانا خواجہ کلاں نے
مولانا خواجہ کلاں نے شیخ طیب کو ہدایت فرما دی کہ موجودہ زمانہ میں بادشاہ کافر
ہے، جامع مسجد نہ جایا کرو، چنانچہ منڈواڈیہ میں نماز ادا کی گئی۔[1]

انتقال سے کچھ پہلے ماہ پور (جھونسی) میں مسجد کے صحن میں وضو فرمایا، اور
عشا کی نماز کے لئے جوں ہی تحریمہ کہا جان پاک پرواز کر گئی، یہ واقعہ شوال کی آخری
شب بروز دوشنبہ ۱۰۴۲ھ کو پیش آیا، بندگی میاں شیخ ناصر جو آپ کے خلیفہ مطلق
تھے، آپ کی لاش لے کر منڈواڈیہ آئے، اور دفن کیا، تاریخ وصال اکثر نقادوں
نے نظم کی ہے، فاضل الوقت شیخ مسعود اسودی نے کئی ایک تاریخیں لکھی ہیں،
منجملہ ان کے ایک یہ ہے:۔

شیخ روشن دل کہ اہل عرش و فرش — نام پاکے او بہ پاکی می برند
کرد چوں بر عالم بالا صعود — رخت خود بر عرش سبحانی فگند
یافت تاریخ عروجش اسودی — جلوہ گاہ او شدہ عرش بلند

۱۰۴۲ھ

مزار کا چبوترہ بعض مریدین نے اسی سنہ میں تعمیر کرایا تھا، اس کے بعد سنہ ۱۰۵۱ھ میں آپ کے ایک خاص مرید خواجہ عبدالغفور نے گنبد تعمیر کرایا، اور شیخ تاج الدین بنارسی نے مثل الجنۃ تاریخ لکھی، اور شیخ مسعود نے اس کی تضمین کی ہے،

چو روضۂ پاک شیخ طیب بگشت   مقام گرفتہ ہمچو جنت زینت

کردند طلب از خرد تاج الدین   تاریخ بناش گفت مثل الجنت

آپ کا مقبرہ متبرکہ منڈواڈیہہ کے اندر زیارت گاہ عام و خاص ہے، مقبرہ کا احاطہ وسیع ہے، اور اس کے اندر ایک شاندار مسجد ہے، جسکو حضرت قطب الہند شاہ معین الدین قدس سرہٗ نے سنہ ۱۲۱۹ھ میں تعمیر کرائی، پھر دوبارہ سنہ ۱۳۰۵ھ میں اس کی مرمت کی گئی، محراب کے اندر یہ کتبہ مولانا وکیل احمد سکندرپوری نے نصب کیا،

از سر نو ساخت ایں مسجد معین دین حق   سالہا باشد برائے اہل ایماں یادگار

سال مسعود بنائش عاجز خستہ نوشت   مسجد درگاہ شاہ طیب والا تبار

احاطہ کے باہر قدیم تالاب کے پچھم طرف ایک دوسرے احاطہ کے اندر آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ معین الدین کی آرام گاہ ہے، جو بڑی درگاہ کے نام سے مشہور ہے، احاطہ کے اندر آپ کے خاندانی بزرگوں کی قبریں ہیں،

آپ کا ہر سال عرس ہوتا ہے اور ۷ شوال کو عرس کی تقریبات خانقاہ رشیدیہ جون پور کے اہتمام سے انجام پاتی ہیں،

حضرت مخدوم طیب کے خلفاء تین ہیں (۱) حضرت شیخ ناصر الدین (۲) حضرت بندگی دیوان شیخ عبدالرشید جون پوری، آپ کا مزار قبرستان رشید آباد جونپور میں ہے، خانقاہ رشیدیہ آپ ہی کے نام سے موسوم ہے (۳) حضرت مخدوم شاہ لیسین بنارسی مصنف مناقب العارفین

حضرت میاں شیخ عالم قدس سرہٗ

آپ حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی کے چچا ہیں، آپ کے اوقات اطاعت وعبادت میں بسر ہوتے تھے، صلاح وتقویٰ ریاضت ومجاہدہ میں یگانہ تھے، تواضع ومدارات کے خوگر تھے، ایک خاص معمول یہ تھا کہ رات کو تہجد کے لئے اٹھ کر اپنے ہاتھ سے وضو کا پانی لیتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے، کسی کو بیدار نہ کرتے،

حضرت شیخ تاج الدین جھونسوی سے مرید ہوئے، پیران چشت کا پیراہن بھی پہننے کی سعادت حاصل فرمائی، قیام منڈواڈیہہ میں تھا، مگر جب حضرت شاہ طیب شریعت آباد میں اقامت گزیں ہوئے تو آپ بھی وہیں رہنے لگے،

آپ باوجودیکہ حضرت مخدوم شاہ طیب کے چچا تھے، لیکن ان سے دلی عقیدت رکھتے تھے، اور بے حد ادب واحترام کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت مخدوم نے غلبہ کی حالت میں میاں شیخ عالم سے فرمایا، اس وقت جو مانگنا ہو مانگ لو! عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ آپ کی خدمت میں رہ کر اس دنیا سے اٹھایا جاؤں، آپ میرے جنازہ میں شریک رہیں، حضرت مخدوم نے یہ خواہش قبول فرمائی، آخرکار ایک سال کے بعد یہ خواہش پوری ہوئی، اور آپ کا وصال عین اس وقت ہوا جبکہ حضرت مخدوم شاہ طیب بھی موجود تھے، سال وفات ۱۰۴۱ھ؁ ہے،

آپ کا مزار منڈواڈیہہ میں درگاہ شریف کے متصل پختہ تالاب کے اوپر ہے،

• "قبرا و در موضع منڈواڈیہہ بالائے حوض قریب روضۂ متبرکہ حضرت پیر دستگیر نوراللہ حوالیہما" (مناقب العارفین قلمی) لیکن عام طور سے لوگ واقف نہیں ہیں،

حضرت شیخ عبدالمومن کشمیری قدس سرہٗ[1]

وطن مالوف کشمیر تھا، وہاں سے بنارس تشریف لائے، حضرت مخدوم طیب کے خاص متوسلین اور مصاحبین میں سے تھے، صاحب کرامات اور جامع مقامات تھے، پہلے ایک عرصہ تک ملازمت شاہی میں رہے، اس کے بعد حضرت شاہ طیب بنارسی کی خدمت میں رہے، اور ریاضت و مجاہدہ کی منزلیں طے کیں، ساری زندگی اتباع سلف میں منہمک رہے اور حضرت مخدوم کی خدمت کرتے رہے، تاریخ وفات ۲۸ یا ۲۹ ذی قعدہ بوقت عصر ۱۰۸۶ھ ہے، منڈواڈیہ میں حضرت شاہ طیب کے قبہ مزار کے قریب مدفون ہیں،

حضرت خواجہ محمد طاہر قدس سرہٗ[2]

ابن شیخ چاندہ ابن حافظ حبیب اللہ ابن حضرت بندگی فرید بنارسی قدس سرہٗ آپ حضرت مخدوم شاہ طیب کے خاص مریدوں میں سے ہیں، ایک عرصے تک شریعت آباد میں حجرہ بنا کر سکونت کی تھی، حضرت خواجہ مبارک سوندہو کے احاطہ مزار (واقع بھدوں) میں آپ کا مزار ہے، سنگم پر ایک مسجد اور خانقاہ بھی تعمیر کرائی تھی، غالباً مسجد کے متصل آپ کے والد ماجد شیخ چاندہ کا مزار ہے، جس کو عوام نے چندن شہید کے نام سے مشہور کیا ہے،

---

[1] مناقب العارفین قلمی ص ۱۹ [2] ایضاً

حضرت شیخ حسن بنارسی قدس سرہٗ

حضرت شاہ طیب بنارسیؒ کے خاص مصاحبین میں سے ہیں، اپنی زندگی کے اوقات کو پیران طریقت کے طریقہ پر عمل کرنے میں مصروف رکھا، آپ کی ذات گرامی خلائق شہر کی مرجع تھی، حضرت مخدوم کی وفات کے بعد ۷ سال زندہ رہے ۱۰۴۹ھ میں انتقال ہوا، شریعت آباد میں آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی اسی کے صحن میں دفن ہوئے،[1]

حضرت شیخ حسین بنارسی قدس سرہٗ

حضرت شیخ حسن کے آپ چھوٹے بھائی ہیں، ان دونوں بھائیوں کو اگرچہ حضرت شاہ طیب سے براہ راست ارادت حاصل نہ تھی، مگر اعتقاد و محبت اس قدر تھا کہ جو ارادت سے بھی بالاتر تھا، البتہ خرقہ خواجگان چشت حضرت مخدوم شاہ طیب نے پہنایا، مرید حضرت مولانا محمد رہتکی کے تھے جو اپنے وقت کے صاحب کرامات اور فاضل علماء میں تھے، آپ کے پاس کفار پڑھنے آتے تھے، اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل کرتے تھے، ساری زندگی قناعت اور خدمت خلق میں بسر فرمائی، اور عوام میں قبولیت کی نظر سے دیکھے گئے، اکثر سلاسل کے طریقے آپ نے معلوم فرمائے، اور ایک مدت تک اپنے نفس کو مقید رکھا، مرتب گنج ارشدی لکھتے ہیں کہ قلعہ کہنہ (راج گھاٹ) میں آپ کا مزار ہے اور میں نے زیارت کی ہے،[2]

---

[1] مناقب العارفین قلمی ص ۲۱ [2] گنج ارشدی قلمی ج ۱ ص ۹۸۹

حضرت مخدوم مولانا شاہ یٰسین بنارسی قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی کے فیض صحبت سے مشرف ہونے والوں میں آپ کی ذات گرامی قابل ذکر ہے، ایک عرصہ تک حاضر خدمت رہ کر شرف ارادت حاصل کیا، خلافت حضرت دیوان شیخ عبدالرشید جونپوری قدس سرہٗ سے ملی،

حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری حاصل فرمائے نزہۃ الارواح کے چند اجزاء پڑھے، ۱۵ سال کی عمر میں ارشاد اور کنز الدقائق وغیرہ کی تحصیل فرمائی، اس کے بعد شفیق استاد نے آپ کو جون پور کی طرف رخصت فرمایا، آپ حضرت میاں شیخ افضل اور حضرت دیوان شیخ عبدالرشید جونپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کتب نحو، منطق، فقہ، اصول فقہ، اور بعض رسائل حکمت کی تحصیل فرمائی، اوران بزرگوں کی خدمت میں ۷-۸ سال رہے، اس اثنا میں سال میں ایک مرتبہ بنارس آکر حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی کی خدمت میں حاضر ہوتے اور برکات وفیوض حاصل فرماتے تھے،

۱۰۴۰ھ میں عشرۂ اخیرہ رمضان المبارک میں بحکم حضرت مخدوم معتکف ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۲۰ سال کی تھی، خاص عید کے دن خواجگان چشت کا پیرہن مرحمت فرمایا اور اکثر اوراد واشغال کی تلقین فرمائی، اور سلاسل چشتیہ، قادریہ سہروردیہ کی اجازت مرحمت فرمائی،

آپ کی ایک خاص تصنیف مناقب العارفین ہے جو ۱۰۵۰ھ میں آپ نے تحریر فرمائی، اس کتاب میں آپ نے اپنے سلسلے کے تمام مشائخ کا تذکرہ تحریر کیا ہے

اور حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی سے لیکر تمام پیران و مریدان سلسلہ و مشائخ چشت کے حالات لکھے ہیں، اس کتاب کا قلمی نسخہ جامعہ مظہر العلوم بنارس کے کتب خانے میں کرم خوردہ موجود ہے،

آپ کا سال وفات ۱۰۴۱ھ ہے، بحر ذخار نے آپ کا مزار منڈواڈیہہ میں ہونا تحریر کیا ہے، لیکن حضرت مولانا شاہ سید شاہد علی صاحب سبزپوش گورکھپور کا بیان ہے کہ جھوسی میں حضرت مخدوم شاہ تاج الدین کے مزار کے متصل آپ کا مزار ہے اور یہی صحیح ہے،

حضرت شاہ عبد الرسول بنارسی قدس سرہٗ

بنارس کے اجلہ مشائخ میں ہیں، خلافت حضرت محا قلندر لاہرپوری سے ملی، بنارس کی مخلوق کو عرصہ دراز تک فائدہ پہونچا کر انتقال فرمایا، قبر کا پتہ نہیں،

حضرت سید ابراہیم اویسی قدس سرہٗ

حضرت اویس قرنی سے اویسی نسبت رکھتے ہیں، گیارہویں صدی کے زبردست صوفی اور بڑے پایہ کے بزرگ ہیں، کمال پورہ کی بڑی مسجد کے اندر آپ کا مزار سید ابراہیم بابا کے نام سے مشہور ہے، پتھر پر ۱۰۹۰ھ سال وفات کندہ ہے،

۱؎ نفحات عنبریہ ص ۱۶۵ ۲؎ بحر ذخار قلمی

بارھویں صدی ھجری

حضرت مفتی شیخ نوراللہ چشتی بنارسی قدس سرہٗ

ابن حسین مفتی محمد آبادی بنارسی، احناف کے مایہ ناز عالم، مفتی اور فقیہ گذرے ہیں، عالمگیر کے زمانے میں بنارس کے قاضی تھے، اور امور سلطنت میں عالمگیر آپ سے مشورہ لیا کرتا تھا، بنارس میں عالمگیر کی دی ہوئی جاگیریں آپ کے نام سے یادگار ہیں، محلہ دارانگر میں مسجد نوراللہ اور اس کے متصل خانقاہ آپ کی یادگار ہے، جو عالمگیر نے ۱۰۹۶ھ میں آپ کے مشورہ سے تعمیر کرائی، جسکی تفصیل آثار بنارس میں درج ہے،

آپ کا سلسلۂ طریقت حضرت شیخ محمد رشید بن مصطفےٰ اعثمانی جون پوری سے ہے اور خرقہ خلافت حضرت شیخ محمد ارشد بن محمد رشید جونپوری سے پہنا، گنج ارشدی میں آپ کے مناقب درج ہیں،

مولانا عبدالحی صاحب مرحوم نے نزہۃ الخواطر میں آپ کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے:

کان عالماً فقیھاً صوفیاً حسن الاحوال — علم، فقیہ، صوفی اور اچھے احوال کے تھے،

آپ کے فرزند مولانا حافظ امان اللہ حسینی ہندوستان کے نامور علماء اور مشاہیر مصنفین میں سے ہیں، ۱۱۰۲ھ میں وصال ہوا، اور آپ کا مزار پرانوار ایک بڑے عالی شان قبہ کے اندر علوی پورہ یتیم خانہ مظہر العلوم کی پشت پر جنوبی مغربی گوشے میں واقع ہے، آپ کے فرزند کا مزار بھی اسی قبہ کے اندر واقع ہے، آگے ان کے حالات لکھے جاتے ہیں،

حضرت علامۂ اجل حافظ امان اللہ حسینی بنارسی قدس سرہٗ

ابن حضرت مفتی نور اللہ ابن شیخ حسین بنارسی، ہندوستان کے مشاہیر علما اور مصنفین میں سے ہیں، عالمگیر کے زمانے میں بنارس میں علما و مشائخ بے شمار ہوئے، عالمگیر کا باپ شاہجہاں بنارس اور اس کے اطراف جونپور، غازی پور وغیرہ میں علما و مشائخ کو دیکھ کر اس علاقہ کو اپنی سلطنت کا شیراز کہا کرتا تھا،

حافظ امان اللہ بنارسی معقولات و منقولات کے ایک زبردست عالم تھے اور طریقت و سلوک میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا، ہندوستان کے گوشے گوشے سے علوم و معرفت کے پیاسے بنارس حاضر ہو کر اپنی پیاس بجھا رہے تھے اور آپ کے حلقۂ درس میں جو بھی بیٹھا وہ آگے چل کر ایک زمانے کا پیشوا اور متبحر عالم بنا، آج کل کے خشک مولویوں کی طرح آپ کے درس میں صرف علوم ظاہری ہی پر اکتفا نہیں ہوتی تھی، بلکہ آپ کی درس گاہ کا ہر عالم ایک صوفی باصفا اور روحانیت کا حامل ہوتا تھا،

حافظ بنارسی رح نے لکھنؤ جا کر ملا قطب الدین سہالوی اور دوسرے مشاہیر زمانہ سے درس لیا، ظاہر ہے کہ ملا قطب الدین کی درس گاہ کا پروردہ اور وہ مسند کمال پر فائز نہ ہو؟ فرنگی محل میں آپ نے علوم کی تکمیل فرمائی، اور لکھنؤ ہی میں عالمگیر کے حکم سے صدر الصدور کا عہدہ بھی قبول فرمالیا، لیکن چونکہ فطری اور دلی لگاؤ پڑھنے پڑھانے ہی سے تھا، اس لئے بنارس میں علمی اور روحانی درس گاہ قائم کر دی، اور یہ شرف صرف بنارس ہی کو حاصل ہوا کہ ہندوستان میں درس نظامیہ کے بانی

اور ایک زمانے کے استاذ ملا نظام الدین فرنگی محلی نے حافظ بنارسی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا، اور علوم متعارفہ کی تکمیل فرمائی، مآثر الکرام میں لکھا ہے کہ :-

تحصیل علوم متعارفہ بعد از شہادت والد ماجد خود از حافظ امان اللہ بنارسی و مولوی قطب الدین شمس آبادی نمودہ ص ۱۴۲

اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد علوم متعارفہ کی تحصیل حافظ امان اللہ بنارسی اور مولوی قطب الدین شمس آبادی سے کی،

جس زمانے میں حافظ بنارسی لکھنؤ کے صدر الصدور تھے، اسی زمانے میں ہندوستان کے مشہور عالم اور مصنف ملا محب اللہ بہاری وہاں کے قاضی تھے، ان دونوں حضرات میں علمی مباحثہ اور مناظرہ جاری تھا، جیسا کہ ملا محب اللہ بہاری کی تصنیف مسلم الثبوت میں جابجا حافظ بنارسی کا نام آیا ہے، لیکن اس مناظرہ کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آج کل کے علماء کی طرح آپس میں دشمنی ہو، دونوں حضرات کے تعلقات بڑے اچھے اور خوش گوار تھے،

آپ کی بہت سی تصنیفات تھیں، جن میں سے اکثر ضائع ہو گئیں، صرف اصول فقہ کا متن بزبان عربی مختصر تحریر فرمایا تھا اور اس کی شرح محکم الاصول بھی خود ہی لکھی، یہ کتاب قلمی ہے اور کرم خوردہ ہے، میرے کتب خانے میں موجود ہے جو تقریباً دو سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ہے،

عربی کی بہت سی درسی اور متداول کتابوں پر آپ نے حواشی تحریر فرمائے ہیں، بیضاوی، عضدی، تلویح، شرح مواقف، شرح حکمۃ العین اور شرح عقائد جلالی پر آپ کے حواشی یادگار ہیں، میر باقر استر آبادی اور ملا محمود جونپوری کے درمیان مسئلہ حدوث دہری پر جو مباحثہ ہوا تھا، آپ نے اس پر ایک

محاکمہ بھی تحریر فرمایا ہے، دوانی کے قدیمہ و جدیدہ پر آپ نے حواشی لکھے ہیں، فن مناظرہ کی مشہور کتاب رشیدیہ پر آپ نے تنقید بھی لکھی ہے،

آخر عمر میں آپ نے حضرت شاہ خوب اللہ صاحب الہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کا شرف حاصل فرمایا، اور زندگی کی آخری منزلیں اخلاص کے ساتھ عبادت و ریاضت میں بسر ہوئیں،

۱۱۳۳ھ میں آپ کا وصال ہوا، اور اپنے والد ماجد حضرت مفتی نور اللہ کے پہلو میں دفن ہوئے، مقبرہ کی عمارت آپ نے اپنی زندگی ہی میں بنوائی تھی، پتھر پر ۱۰۹۶ھ بابت تعمیر کندہ ہے،

آپ کے اولاد ذکور میں اب تک بہت سے حضرات زندہ ہیں اور مسجد خوارہ کے آس پاس جاگیریں آپ ہی کے وقت کی ہیں، آپ کی موجودہ اولادیں تمام ہی لوگ شیعہ مسلک پر عامل ہیں، اور اس وقت مسجد خوارہ اور حضرت مفتی نور اللہ رح کی خانقاہ (جو اس کے متصل ہی ہے) کے متولی مولوی فرحت حسین صاحب پروفیسر کوئنس کالج ہیں، خانقاہ کی دیوار پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے:-

ز حکم شاہ سلطان شریعت	دلیل زہد، برہان طریقت
شہاب آسمان سر فرازی	محمد شاہ عالمگیر غازی
باستصواب نور اللہ مفتی	غلام درگہ پیران چشتی
بنائے خانقاہے ہست پیدا	ز دولت خانہ تاریخش ہویدا

۱۰۹۶ھ

آپ کا مقبرہ ملوی پورہ اسٹریٹ فیلڈ روڈ کے کنارے ہے اور یتیم خانہ مظہر العلوم کی جدید عمارت کی پشت پر مغربی جنوبی گوشے میں بڑے عالیشان قبہ کی صورت میں ہے، جس پر یہ کتبہ لگا ہے:

نماند کسے دائم اندر جہان — ندارد بقا گنبد آسمان
بغلطند زیر زمین مہوشان — بخاک اندر آیند کیخسروان
گدا و شہ و قانع و تاجراں — گذشتند چوں برق در یکزماں
بسا بادشاہ سکندر نشاں — نشانش نماند دریں کارواں

در حقیقت دل است روضہ دوست
ہر کہ صافش گرفت دوست از اوست

دریں دہر ہر کس کہ آمد رواں — بہ دنیا کجا یافت آرام جاں
چہ شد آں سلیماں و نوشیرواں — چہ جمشید در آخرہ گلستاں
نہ آں شہسواران لشکر کشاں — نہ آثار ترکش نہ تیر و کماں

روضۂ چشم کن صفا اے دوست
اوست در ہر مقام خلق از اوست

کجا خاک وکو باد و آب رواں — کجا آتش گرمی دیگداں
نہ افلاک پائندہ و سائباں — مگر ذات حق کل یوم بشان

صاف کن روضۂ دل خود دوست
صوفی ز روضۂ دل خود او اوست!

بنا کرد حافظ دریں بوستاں — ز بہر خدا مرقد دوستاں
مؤرخ ندا داد غیب اللساں — نکو یافتہ "روضۂ طالباں"[ؑ]
۱۱۰۴ھ

چشم بکشا در آب روضۂ دوست
ہر چہ بینی بداں کہ مظہر اوست!

ؑ "روضۂ طالبان" (۱۱۰۴ھ) حضرت مفتی نور اللہ حسینی کا مادہ سال وفات ہے۔

حضرت قطب زماں مولانا شاہ سید محمد وارث رسول نما قدس سرہٗ

محمد وارث اسم گرامی، رسول نما لقب، نجیب الطرفین سید تھے، آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:-

مولانا سید محمد وارث ابن سید قاضی عنایت اللہ بن سید حبیب اللہ بن سید عبدالرقیب بن سید سالم بن سید لاڈلے بن سید محمد معروف عرف سید سلونی بن سید سعد اللہ بن سید خدا بخش شہید بن سید یحییٰ بن سید قطب الدین بن سید امیر مسعود امیر ملک السادات غازی بن سید جلال الدین بن سید عبدالوحید بن سید عبدالحمید بن سید حسن بن سید سلیمان الملقب بہ کفار شکن بن سید زید شہید بن سید احمد زاہد سوانشی بن سید حمزہ بن سید ابوعلی بن سید عمر بن سید محمد تو ختہ بن سید عارف جلیل بن سید احمد توختہ مثال الرسول بن سید علی الکتی بن سید حسین ثانی بن سید محمد مدنی بن سید حسن الجمیس عرف شاہ ناصر الترمذی بن سید موسیٰ الجمیس بن سید علی السجاد بن سید حسین الصغر بن سید علی زین العابدین بن سید امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آپ ۱۰۸۰ھ میں پیدا ہوئے، ولادت کے وقت کسی منجم نے یہ خبر دی تھی کہ یہ مولود اپنے وقت کا غوث الاعظم ہوگا، "خلیفہ رسول اللہ" سے ولادت کی تاریخ نکلتی ہے۔

آپ کا آبائی وطن غازی پور کا ایک اہم قصبہ نونہرہ ہے، جو علماء و مشائخ کا ایک بہت بڑا مرکز تھا، عالمگیر کے زمانے میں آپ کے دادا ماجد قاضی سید عنایت اللہ

بنارس کے قاضی تھے، اس تقریب سے آپ بھی بنارس ہی میں تشریف رکھتے تھے، اور والد ماجد کی وفات کے بعد یہیں رہ گئے، والد صاحب کے بعد آپ نے یہ عہدہ قبول نہ فرمایا،

آپ کی عمر شریف ۷ سال کی تھی اس وقت سے عشق رسول نمایاں ہوا، مکتب کے ہم عمر طلبا، عشقیہ مضمون کے اشعار پڑھتے تو آپ فرماتے کہ ہمارا محبوب تو بس رسول خدا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، اسی عمر میں آپ نے یہ معمول کیا کہ ہر روز عصر کے بعد خلوت میں ہوتے، اور اندر سے دروازہ بند کر لیتے، تنہائی میں عشقیہ مضمون کے اشعار پڑھتے، اور رو رو کر یہ کہتے کہ یا رسول اللہ! میں آپ پر عاشق ہوں، اور معشوق اپنے عشاق کو وصال سے مسرور کیا کرتے ہیں، اور عشاق کو اپنے معشوق سے ملنے پر فخر ہوتا ہے، افسوس کہ میرے نصیب سوتے ہیں، آپ میرے حال پر رحم نہیں فرماتے، دو برس تک آپ کا یہی انداز رہا، اور آپ شوق ملاقات میں نہایت مضطر تھے کہ حضرت رحمۃ للعٰلمین نے اپنے جمال جہاں آرا کے دیدار سے مشرف فرمایا، اور حضرت مولانا نے باطنی آنکھوں سے حضور انور کو دیکھا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تسکین فرمائی، اور فرمایا کہ اب تو تمھیں شکایت کا موقع نہیں رہا، اگر اور معشوق اپنے عشاق کو اپنے دیدار سے مسرور کیا کرتے ہیں تو میں بھی تمھیں خوش کرنے آیا ہوں،،

جناب سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لیجانے لگے تو غایت شوق میں حضرت مولانا نے دامن پکڑ لیا اور کہا،

یا مراد المشتاقین! کہاں تشریف لیجا رہے ہیں؟ اور پھر کیونکر اور کہاں قدم بوسی نصیب ہوگی، حضور انور نے کمال شفقت فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، میں ہر روز تم سے ملا کروں گا،

چنانچہ اس کے بعد سے ہر روز آپ بچشم ظاہر دیدار جمال مصطفوی سے مشرف ہوا کرتے تھے،
آپ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شفقت و مہربانی تھی، یہی کرم تھا
کہ ہر روز اپنے جمال سے مشرف فرماتے تھے، بعض اذکار و اشغال بھی آپ ہی کے
عطیہ ہیں، ایک دن ارشاد نبوی ہوا کہ بعض مقامات و تجلیات و صفات وغیرہ کی
سیر جو اگلے اولیاء اللہ کو نصیب ہوتی تھی، اب بعنایت الٰہی تمہارے طریقے میں
پھر بخش دی جاتی ہے، خاص آپ کے سلسلے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزیں
اور بھی بخشی ہیں، اول ــــــ طریقہ نماز مکتوبی کہ معرفت کا کمال حاصل کرنے
کو صرف یہی کافی ہوں، اور با نصیب لوگ محض ان ہی دو چیزوں کی برکت سے
مقامات کی حد کو پہونچیں، فقط اس درود کا پڑھنا یا بطریق مختص نماز ادا کرنا طالب کو
منزل مقصود تک پہونچانے کے لئے کافی ہے، جمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار
حاصل ہونے کے لئے بطریق مقررہ اس درود طریقہ کو پڑھنا اور اس کی کثرت کرنا
کارآمد ہے، اور جنون کو دور کرنے کے لئے اکسیر اعظم ہے،

طالب علمی کے زمانے میں جبکہ آپ کا حال کسی پر کھلا نہ تھا، ایک دن استاد نے
فرمائش کی کہ حقہ بھر کر لاؤ، آپ نے چلم درست کرلی اور حقہ تازہ کرنے کی غرض سے
صحن کی طرف گئے، حقہ تھا شیشہ کا، ہتھیلی پر رکھ کر پانی کا اندازہ جو کرنے لگے تو خدا
شناس آنکھوں سے خدا جانے آپ نے کیا دیکھا کہ محویت کا عالم طاری ہو گیا،
واپس جانے میں دیر ہوئی تو استاد نے کسی دوسرے طالب علم کو بھیجا کہ دیکھو حقہ ٹوٹا تو
نہیں، اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے، یہ طالب علم آکر دیکھنے لگا کہ حقہ ہتھیلی پر رکھا ہے
اور آپ نظر گڑائے ہوئے دوسرے عالم میں محو ہیں، اور آپ کے سر سے لیکر آسمان تک

آپ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی، اور شرح وقایہ کا حاشیہ بھی تحریر فرمایا تھا، علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد درس و تدریس، ہدایت و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری فرمایا، اس زمانہ کے عام مذاق کے مطابق آپ کے یہاں منطق و فلسفہ کا درس بڑے زور و شور کے ساتھ ہوتا تھا، اسی بنا پر قاضی مبارک شارح سلم سے علمی مناقشہ رہا، جو آپ کے ہم عصر تھے،

آپ کی عادت یہ تھی کہ پاؤں کبھی نہیں پھیلاتے تھے، چنانچہ سوتے بھی تھے تو دو زانو ہو کر، اگر خادموں میں سے کسی نے استراحت فرمانے کو کہا تو آپ فرماتے کہ حق تعالیٰ کے حضور میں بے ادبانہ رہنا مناسب نہیں،

آپ کو سماع سننے کی برداشت نہ تھی، آپ تعجب کے ساتھ فرماتے کہ لوگ مجلس سماع سے زندہ کیوں واپس آتے ہیں؟ ایک دن آپ کے یاروں میں سے کسی نے سماع کی خواہش کی، آپ نے فرمایا، سماع عشق کی آگ کو بھڑکانے والی چیز ہے جب یہ آگ خود بھڑکتی ہے تو اس کو بھڑکانے والی چیز سماع کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ اس حال کے آدمی کو سماع سے جان کی ہلاکت کا خوف ہے،

آپ کی داہنی ہتھیلی پر پوست باریک کے نیچے سبز نشانوں میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا تھا، جس کو ہر شخص آسانی سے پڑھ لیتا تھا،

آپ کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی، خصوصاً مراقبہ کے بعد، یہاں تک کہ بعض کفار بھی جو عرض حاجت کے لئے جاتے تھے ان کو مشک کی خوشبو آتی تھی،

جس چیز پر آپ کا ہاتھ پہونچتا تھا اس سے بھی مشک کی خوشبو آتی تھی،

آپ ایک بار حضرت بابا شیخ قاسم سلیمانی[1] نور اللہ مرقدہٗ کے مزار پر تشریف لے گئے

---

[1] بنارس سے تقریباً ۳۰ میل کے فاصلے پر آپ کا مزار مبارک چنار میں ہے، دسویں صدی ہجری کے اعیان میں تھے (اخبار ص ۲۵۸)

اتفاق سے حضرت تاج العارفین آپ کے خلیفہ بھی ہمراہ تھے، واپسی میں فرمانے لگے کہ حضرت قاسم بڑے خلیق ہیں، میں مزار کے دروازے ہی پر تھا کہ آ کر استقبال کر کے اپنے مزار تک لے گئے، بجنسہٖ ایسا ہی اتفاق حضرت دیوان عبدالرشید جونپوری کے مزار پر بھی پیش آیا تھا، اہل مزار کے اخلاق کا جب ذکر آتا تو آپ ان دونوں بزرگوں کی تعریف فرماتے،

آپ کا خطاب رسول نما مشہور ہے، آپ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرایا کرتے تھے، اس کی کیفیت یہ تھی کہ جب کوئی مستدعی ہوتا تھا تو اس کو ساڑھے تین مہینہ استخارہ کی ہدایت فرماتے، اگر امیدوار اس ہدایت پر عمل کرتا تو اس مدت میں زیارت کی سعادت حاصل کر لیتا،

گیارہویں ماہ ربیع الثانی ۱۱۶۶ھ کو آپ کا وصال ہوا، "با ذات نبی" سے آپ کے وصال کی تاریخ نکلتی ہے،

آپ کے وصال کے بعد لوگوں نے بنارس کے ایک بزرگ کو دیکھا کہ بہت اضطراب میں زمین کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے، اور فرما رہے تھے

بڑے صاحب نسبت اور صاحب ولایت بزرگ ہیں، آپ کے باپ دادا کوہ سلیمان (سرحد) کے اطراف میں مقیم تھے، اس مناسبت سے آپ کا لقب سلیمانی ہوا، نسل کے اعتبار سے آپ افغانی ہیں، بڈنی ندی کے کنارے ۹۵۶ھ میں پیدا ہوئے، آپ کے خاندان میں ۹ پشت سے علماء و اولیاء ہوئے، اس مناسبت سے آپ شیخ کہلائے، مکہ، مدینہ، بغداد، نجف اشرف، بیت المقدس کربلا وغیرہ کی زیارت کے بعد وطن آئے پھر پشاور اور لاہور آئے، اور پھر اکبر بادشاہ کے دربار میں پہونچے، وہاں سے غیبی پیشینگوئی کے مطابق چنار آئے اور ۱۹۔جمادی الاولیٰ ۱۰۱۶ھ میں وصال ہوا آپ کا ہر سال عرس ہوتا ہے،

کہ زمین کو سخت زلزلہ ہے، کچھ دیر تک ان کا یہی حال رہا، افاقہ کے بعد الحمد للہ الحمد للہ کہا، لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ زمانہ کا قطب دنیا سے اٹھ گیا، جس سے زمین تہہ و بالا ہو رہی تھی، جب اس کا قائم مقام منتخب ہوا تو زمین کو سکون ہوا

آپ کا مزار شہر بنارس محلہ مولوی جی کا باڑہ میں ہے جو آپ ہی کے نام سے منسوب ہے، ہر سال ۱۲-۱۳-۱۴ ربیع الثانی کو اعلیٰ پیمانہ پر عرس ہوتا ہے، سارا اہتمام وانتظام خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے ماتحت ہے،

حضرت مولانا رسول نما کے خلیفہ خاص تاج العارفین حضرت شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ ہیں، آپ نے حضرت مولانا کے ملفوظات کو جمع فرمایا ہے، جس میں مختلف رسالے ہیں، مثلاً رسالہ اذان ونماز وغیرہ، رسالہ درود واذکار، یہ سب کتابیں اس خاندان میں خصوصیت کے ساتھ پڑھائی جاتی ہیں، آپ کے مستقل خلفاء ۷ ہیں جن میں ۴ صاحب مثال اور دو مکمل گذرے ہیں،

حضرت ولی میاں قدس سرہٗ

آپ حضرت مولانا رسول نما کے صاحبزادے ہیں، ولی مادر زاد تھے، ساری زندگی مجذوبانہ کیفیت طاری رہی، عشق الٰہی کا ایسا غلبہ تھا کہ دنیا ومافیہا کی خبر نہیں رکھتے تھے، کشف وکرامات بھی ظاہر ہوتی رہیں،

شب ۲۸- ماہ رجب میں وصال ہوا، حضرت مولانا رسول نما کے مزار مبارک کے متصل آپ کا مزار ہے،

حضرت میر محمد غوث قدس سرہٗ

آپ حضرت مولانا رسول نما کے خاص متوسلین میں سے ہیں، مولانا کے آپ رشتہ میں ہمشیر زادہ تھے، آپ پر حضرت کی خاص شفقت و عنایت تھی، تھوڑی مدت میں اپنے وقت کے مشاہیر سے علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی، اور مولانا رسول نما سے بیعت فرمائی پھر ریاضت میں مشغول ہوگئے، دو سال کی مدت میں سلوک و معارف طریقہ اویسیہ وارثیہ کو تمامہ حاصل کیا تھا،

تاریخ انتقال نویں ماہ رجب ۱۱۳۰؁ھ ہے، مدفن مولانا رسول نما کے جوار ہی میں ہے، آپ کے خطابات: غوث الطریقت، غوث العالم ہیں،

شہباز طریقت حضرت شاہ خدا بخش قدس سرہٗ

سلسلہ خلافت حضرت تاج العارفین شاہ مجیب اللہ صاحب قادری پھلواروی کے واسطے سے مولانا رسول نما تک پہونچتا ہے، نسب نامہ بواسطہ سید زین الدین خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی سے ملتا ہے،

وطن پھلواری شریف تھا، لیکن قیام بنارس میں رہا، بوقت ظہر رجب ۱۲۳۱؁ھ میں وصال فرمایا، مولانا رسول نما کے چبوترہ مزار کے نیچے مدفون ہیں،

آپ کے لوح مزار پر عربی خط میں یہ عبارت تحریر ہے،

"حضرت شاہ خدا بخش شہباز طریقت مولانا رسول نما"

ملا شاہ محمد عمر سابق بنارسی رح

ملا محمد عمر صاحب کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رض سے ملتا ہے، نسب نامہ یہ ہے:۔

قاضی عبد اللہ المشہور بہ ملا محمد عمر سابق بنارسی بن قاضی محمد غوث بن قاضی محمد سعید
بن قاضی نور محمد بن قاضی عبد الکریم بن قاضی معروف بن قاضی سلیمان بن قاضی سعد اللہ
بن قاضی ابراہیم بن شیخ شرف الدین بخاری بن شیخ علاء الدین القطب بن شیخ غیاث الدین
الغوث بن شیخ عظیم الدین بن شیخ احمد بن شیخ محمد بن شیخ عثمان بن شیخ حضرت عبد اللہ
بن حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم،

آپ کے والد صاحب اوّلاً عرب سے گلبار اور بخارا میں آئے، اس کے بعد
وہاں سے اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان آئے، اور شاہی تعلقات کی بنا
پر قصبہ کنتت ضلع مرزاپور میں جو بندھیاچل کے متصل ہے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے
ملا صاحب کی پیدائش کنتت ہی میں ہوئی سنہ ۱۱۳۳ھ میں پیدا ہوئے،

عربی و فارسی کی متداولہ کتب اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور فراغت
حاصل کی، طبیعت میں شعر و سخن کا خداداد مذاق حاصل تھا، بچپن ہی میں اشعار
نظم فرماتے تھے، تکمیل کے قصد سے دہلی گئے، وہاں ۵ سال رہ کر علوم منطق، حکمت،
ریاضی، فقہ، اصول، تفسیر، حدیث، معانی و بیان کی تکمیل کی،

اسی زمانے میں سراج الدین علی خاں آرزو اور مرزا الف بیگ شیرازی سے
ملاقات ہوئی، اور ملا صاحب اصلاح سخن لیتے رہے، اور اپنا تخلص سابق رکھا،
آپ نے اپنی مثنوی قضا و قدر میں اپنی سیر و سیاحت کا بھی تذکرہ کیا ہے،

شعر و سخن سے فطری مناسبت تھی، اس بنا پر اس زمانے کے نامور شعراء سے تعلق رہا، مثنوی قضا و قدر کے چند اشعار یہ ہیں :۔

چو ریحان شبابم تازہ تر بود	عنانم در کف شوق سفر بود
بمغرب رہنموں شد روزگارم	ربود از کف عنان اختیارم
دراں رہ بود پیر نیک ہنجار	بحسن خلق با من در سفر یار
بکام شوق رہ را می بریدم	قضا را در مقامے وا رسیدم
کہ بیم دزدی و غارت چناں بود	کہ خواب خوش چو عنقا بے نشاں بود

سیر و سیاحت سے واپس آنے کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا، اور کشاں کشاں طالبین آکر فیضیاب ہونے لگے،

ایران کا مشہور شاعر شیخ علی حزیں اصفہانی ملا صاحب ہی کے زمانے میں بنارس مقیم تھا، اس تقریب سے حزیں اور ملا صاحب کے تعلقات بڑے وسیع تھے،

ابتدا میں ملا صاحب کا تعلق انگریزی حکومت سے تھا، لیکن آخر میں اپنے بیٹے مولوی عنایت علی کی تقرری اپنی جگہ کرادی، اور خود دست بردار ہو گئے،

ملا صاحب غایت درجہ منکسر المزاج اور بڑے اچھے صوفی منش بزرگ تھے، انکسار کی یہ کیفیت تھی کہ نہ لباس فاخرہ کا شوق تھا، نہ عمدہ غذا کی خواہش، اپنے مکان میں ایک چھوٹی سی مسجد بنا لی تھی، اپنے اوقات کو اس کے اندر عبادت و اوراد و وظائف میں صرف فرماتے،

آپ کے بڑے بیٹے مولوی محمد ابراہیم ایک مرتبہ سفر سے واپس آئے تو ایک قیمتی قالین لائے۔ ملا صاحب نے قبول نہ فرمایا، احباب اور متوسلین نے عرض کیا کہ

کہ آپ گو اپنے فقر و استغنا کے باعث قبول نہیں فرماتے، لیکن صاحبزادے کو آزردہ دل کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا، ملا صاحب نے فرمایا کہ میں صرف اس خیال سے قبول نہیں کرتا کہ اس کے استعمال سے نفس سرکش کو آرام پہونچے گا، ہاں ابراہیم کے اصرار کی بنا پر اس شرط پر قبول کروں گا کہ اس قالین پر میری چٹائی بچھا دی جائے، چنانچہ یہی ہوا،

آپ امرا اور رؤسا کے یہاں جانے سے گریز فرماتے تھے، امرا اور نواب آپ کے یہاں آتے تھے مگر آپ کہیں نہیں گئے،

ہر کہ راضی بارضا و با توکل می شود   خار گر ریزد اندر جیب او گل می شود

یہ شعر صرف ملا صاحب کی افتاد طبیعت کا مصداق تھا، اور یہ صرف آپ کا معمول نہ تھا بلکہ ساری زندگی اس پر عامل رہے،

آپ کی کئی تصنیفات ہیں، جن میں گنج شائگاں آپ کی پہلی تصنیف ہے اس کتاب میں متقدمین شعراء سے لیکر اپنے عہد تک کے شعراء اور فصحائے اہل عجم و ہند کا تذکرہ فرمایا ہے، اس کتاب کا قلمی نسخہ مولوی عبدالقادر صاحب وکیل مرحوم محلہ کتواپورہ بنارس کے کتب خانے میں موجود تھا، اب ضائع ہو چکا ہے، اور آپکا فارسی دیوان نیز دوسری تصانیف کا سراغ اب تک نہیں لگ سکا،

۴ ۔ شعبان ۱۲۲۵ھ کو بروز سہ شنبہ آپ نے انتقال کیا، تکیہ دھنرا تالاب پر سڑک کے شمالی جانب چبوترہ پر آپ کا مقبرہ ہے،

آپ کے خاندان میں بہت سے علماء و مشائخ پیدا ہوئے، اور ان کی خدمات سے بنارس والوں کو نفع پہونچا، بالخصوص آپکے خاندان کے آخری چشم و چراغ مولانا شاہ رضا علی صاحب قطب بنارس ہیں، جن کو بنارس کا ہر فرد جانتا ہے، ذیل کے نقشہ

میں ملا محمد عمر صاحب کی اولاد کی تفصیل درج کی جارہی ہے، اور آئندہ کے صفحات پر ان کے تذکرے لکھے جارہے ہیں،

ملا محمد عمر صاحب سابق فاروقی بنارسی ؒ

مولوی محمد ابراہیم خلف اکبر — مولوی عنایت علی خلف اصغر

مفتی محمد اسمٰعیل، مفتی سخاوت علی، مولوی واجد علی، مولوی خادم حسین، مولوی محمد یعقوب، مولوی عبد الحی

حکیم مولوی محمد علی، مولانا رضا علی قطب بنارس

(۱) مولوی محمد ابراہیم | اپنے والد ملا محمد عمر صاحب سے ابتدائی کتابیں پڑھ کر مولانا محمد علی مرحوم سے علوم عقلیہ و نقلیہ علم ہیئت و ہندسہ کی تکمیل کی، پھر پڑھنے پڑھانے میں ساری زندگی صرف ہوئی، اکثر کتابوں پر حواشی لکھے، بہت سی قدیم عربی کتابوں کی تصحیح کی، شروع میں عرصے تک لارڈ لیک کے میر منشی رہے، اس کے بعد نواب سعادت علی خاں والی اودھ کی طلب پر لکھنؤ گئے اور عدالت عالیہ کے مفتی اعظم ہوئے، محطی اور اشارات پر حواشی لکھے، اور ایک تپ محرقہ میں مبتلا رہ کر ۲- جمادی الاولیٰ ۱۲۱۱ھ کو لکھنؤ میں انتقال کیا، اور وہیں دفن ہوئے، لکھنؤ کے مشہور شاعر مرزا دلگیر نے یہ تاریخ لکھی :-

سالک مسلک حق رونق شرع نبوی — فاضل بے بدل و صاحب اخلاق عمیم

عالم و واقف اسرار ریاضی و فقیہ — صاحب مکرمت وجود و رضا و تسلیم

سوئے جنت نہ جہاں رخت اقامت برداشت — اہل دیں راشد ازیں واقعہ اندوہ عظیم

شد پے سال وفاتش متفکر دلگیر — بود ایں فکر کہ از فضل خداوند علیم

از فلک آمدہ ناگاہ ندائے ہاتف — کہ بگو یافتہ گلزار ارم ابراہیم،

(۲) مولانا عنایت علی | آپ چھوٹے صاحبزادے ہیں، والد بزرگوار ہی سے علوم کی تکمیل کی

والد بزرگوار جب تک زندہ رہے آپ عہدہ سرشتہ داری پٹہ لسپارہ پر فائز تھے، ملا صاحب کی وفات کے بعد آپ نے خواب دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ "ہمارا مدرسہ خالی ہے ملازمت سے کنارہ کش ہو کر درس و تدریس کو جاری رکھو"، چنانچہ اس کے بعد ساری زندگی آپ نے ایسا ہی کیا۔ ۲۱ شعبان ۱۲۵۲ھ میں وفات پائی،

(۳) مفتی محمد اسمٰعیل | آپ مولانا محمد ابراہیم خلف اکبر ملا صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں آپ کا تاریخی نام عبید المغنی ہے کتب درسیہ معقول و منقول والد صاحب سے پڑھیں، اور طب کی کتابیں مرزا محمد علی خاں سے پڑھیں، ابتدا میں شاعری سے بھی ذوق رہا، اور ثابت تخلص رکھا، والد صاحب کے پنشن لینے کے بعد آپ انکی جگہ مفتی مقرر ہوئے، لکھنؤ کی سلطنت ختم ہونے کے بعد بنارس آئے، اور درس و تدریس تالیف و تصنیف سے ذوق رکھا، فلسفہ الٰہیات سے خاص ذوق تھا، اکثر دہریوں سے مناظرہ ہوتا رہا، اس سلسلے میں تقریباً ایک سو سے زائد رسالے آپ نے تحریر فرمائے ہیں، آخر میں ڈاکٹر سر سید احمد خاں کی فرمائش سے چند مبسوط رسائل ثبوت نبوت و تعلیم قدیم یا دریوں کے بعض اعتراضات کے جواب لکھے ہیں چونکہ طبیعت میں مذاق شاعری بھی تھا، کبھی کبھی اشعار میں جوابات دیتے۔ ثبوت واجب الوجود و دیگر اہم مسائل فلسفہ و مناقب میں بھی اکثر قصائد و رباعیات لکھی ہیں،

تاریخ وفات ۱۰- جمادی الاخری یوم پنجشنبہ ۱۳۰۵ھ ہے،

(۴) مفتی سخاوت علی | مولانا محمد ابراہیم کے منجھلے صاحبزادے ہیں، علوم کی تحصیل پدر بزرگوار کی، علم ادب و دینیات سے زیادہ شغف تھا، چند سال بہرائچ میں مفتی عدالت کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیئے، اس کے بعد بنارس آکر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا فن تاریخ میں مہارت تھی، اکثر تاریخی قطعات آپ نے تحریر فرمائے ہیں، ظہور حق ۱۲۱۹ھ آپ کی ولادت کا مادہ تاریخ ہے
۲۹- جمادی الاخری ۱۲۹۲ھ کو بعارضہ سینہ انتقال کیا

(۵) مولانا واجد علی | مولانا محمد ابراہیم کے چھوٹے صاحبزادے ہیں، آپ لکھنؤ میں پیدا ہوئے
تھے، پدر بزرگوار سے علوم کی تحصیل کی، آپ کو معقولات سے فطری ذوق تھا، بیشمار
طالبین نے آپ سے فیض حاصل کیا، ہندوستان میں کثرت سے آپ کے شاگرد ہیں،
ابتدا میں کچھ دنوں ٹپنہ بھی تشریف لے گئے، مولوی وحید الدین سلیم شمس العلماء اور
مولوی فیروز الدین نے وہیں آپ سے فیض حاصل کیا، واجد علی شاہ کے زمانے میں
تقریبًا ۱۵ سال تک مفتی ریڈنسی کے عہدہ پر مامور تھے، سلطنت ختم ہونے کے بعد
مہاراجہ بتیا نے آپ کو بکمال قدر و منزلت اپنے راج میں ضلع سارن کا افسر محکمہ مقرر
کیا، اس تقریب نے بہار و بنگال کے بیشمار طلبا کو فیض حاصل کرنے کا موقع دیا،
۳۰۔ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ یوم جمعہ بمقام چھپرا انتقال فرمایا، ولا یبغون عنہا حولا
مادہ تاریخ انتقال ہے،

(۶) مولانا خادم حسین | ابن مولوی عنایت علی ابن ملا محمد عمر، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی
پھر اپنے چچا کی خدمت میں لکھنؤ گئے، وہاں ۵ سال میں تکمیل کر کے بنارس آئے اور
درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا، مولانا عبد السبحان بنارسی نے آپ سے بعض انشا و دیوان
پڑھے، دسمبر ۱۸۴۵ء کو الہ آباد جا کر وکیل عدالت دیوانی ہوئے، اور منصفی کا امتحان
دیکر سارٹیفکٹ حاصل کیا، ۲۴۔ مارچ ۱۸۴۶ء میں منصفی قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڈھ
کا چارج لیا، ۴۔ اپریل ۱۸۴۸ء کے گورنمنٹ گزٹ میں آپ کی تقرری کی خبر شائع
ہو چکی ہے، غدر ۱۸۵۷ء میں آپ قصبہ محمد آباد گہنہ کے منصف تھے، آپ نے وہاں
بنی عمدہ تدابیر سے امن قائم رکھا، ڈبلیو، ڈی، آر صاحب جج ضلع اعظم گڈھ
آپ کی بابت اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ:۔ گزشتہ ایام میں مولوی خادم حسین منصف اس

ضلع میں بہت ممتاز رہے، اور تحصیلدار محمد آباد کو دونوں موقع پر مدد دی جبکہ وہ مقام یورپین سول افسران سے خالی کر دیا گیا تھا، اور تحصیل داری میں بھی امن قائم رکھا"

سرکاری ملازمت کے زمانہ میں بھی سرکاری کاموں سے فراغت کے بعد سوائے کتب بینی اور ورد کے کوئی دوسرا مشغلہ نہ تھا، اوقات اور وضع کی پابندی کا بیحد خیال رہتا تھا، مزاج کریمانہ اور سنجیدہ تھا، حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب آسی سکندرپوری قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف بھی حاصل کیا، شعر و سخن سے بھی ذوق تھا، مولوی عبدالقادر صاحب وکیل مرحوم ساکن کتوالپورہ آپ کے صاحبزادے ہیں، بعارضہ اختلاج قلب ۱۰۔ رجب ۱۳۱۱ھ بروز یوم جمعہ انتقال فرمایا، آپ کی اہلیہ بھی بڑی عابدہ اور فیاض سلیم الطبع تھیں،

آپ نے اپنے گھر میں ایک مسجد بھی بنائی تھی جو اب تک موجود ہے ۱۲۱۴ھ سال تعمیر کندہ ہے۔

(۷) **مولوی محمد یعقوب** | آپ مولوی عنایت علی صاحب کے منجھلے فرزند ہیں، عربی و فارسی کی تعلیم والد ماجد ہی سے ہوئی، آپ کے بڑے لڑکے مولوی محمد ایوب جو بنارس میں بڑی قابلیت کے ساتھ وکالت کر رہے تھے ۱۷۔ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ کو اور مولوی محمد ادریس جو ضلع بنارس کے مختار عدالت تھے ۵۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۵ھ کو انتقال کر گئے، ان صدموں نے آپ کو بالکل مضمحل کر دیا، ۹۲ سال سے زائد عمر میں ۷۔ رجب شب دوشنبہ ۱۳۲۲ھ میں انتقال کیا، تاریخ وفات کا آخری شعر یہ ہے:

گفت ہاتف مصرعہ سال وفات
نکتہ دان فارسی معنی نگار!

(۸) **مولانا عبدالعلی** | مولانا عنایت علی کے فرزند اصغر، لکھنؤ میں جملہ علوم نقلی و عقلی کی تحصیل کی، عین عالم شباب میں معرفت الٰہی کے جنون میں دنیا سے قطع تعلق کیا، اور

دیوان حافظ بغل میں لیکر یہ اشعار پڑھتے ہوئے گھر سے نکل گئے اور پھر نہ آئے،

اے دل آں دم کہ خراب از مئے گلگوں باشی | بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی
در مقامیکہ صدارت بہ فقیران بخشند | چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزوں باشی
در رہ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بسے | شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

(۹) مولوی حکیم محمد علی | مفتی محمد اسمٰعیل کے چھوٹے صاحبزادے ہیں، اولاً کتب متداولہ و فلسفہ و معقولات کی تحصیل والد بزرگوار سے کی، پھر مسیح الدولہ سے طب کی کتابیں پڑھیں، شاہ واجد علی نے آپ کو عدالت فوجداری میں مفتی بنایا پھر اپنے چچا مولانا واجد علی کے ہمراہ چھپرا تشریف لے گئے، لیکن ملازمت ترک کردی، وہیں مطب قائم کیا، شاعری سے فطری لگاؤ تھا، مرزا ناطق سے اصلاح لی، آپ کی ایک تحریر اقلیدس یادگار ہے، ۷ ماہ فالج میں مبتلا رہ کر سنہ ۱۳۰۳ھ میں انتقال کیا،

(۱۰) عارف باللہ حضرت مولانا شاہ رضا علی قطب بنارس قدس سرہٗ

ابن مولانا مفتی سخاوت علی ابن مولانا محمد ابراہیم ابن ملا محمد عمر سابق بنارسی کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی پر جاکر ختم ہوتا ہے، جیسا کہ ملا محمد عمر صاحب سابق کے تذکرہ میں نسب نامہ درج کیا جاچکا ہے، اس لئے آپ نسلاً فاروقی ہیں، اور ملا محمد عمر صاحب کے علمی خاندان کے آخری چشم و چراغ، آپ تیرہویں صدی ہجری کے ایک زبردست عالم اور درویش کامل تھے، ملا صاحب کے خاندان میں آپ کے وجود سے بنارس کی مخلوق کو بڑا نفع پہونچا، اور ابتک یہ نفع جاری ہے،

آپ کی ولادت ۱۶۔صفر ۱۲۴۶ھ بروز یکشنبہ موضع متھرا میں ہوئی جو آپ کا ناہنال تھا، ۱۲۶۲ھ میں آپ نے لکھنؤ سے علوم وفنون کی تکمیل فرمائی، ۱۲۶۶ھ میں کلام پاک حفظ فرمایا اور علم قرارت بھی پڑھا، ۱۲۷۵ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے،

بنارس میں آپ کا حلقہ فیض وارشاد بہت وسیع تھا، مسجد شاہی دہرارہ میں ہر جمعہ کو امامت وخطابت فرماتے تھے، اور شہر کی مرکزی عیدگاہ لاٹ میں عیدین کی امامت فرماتے تھے، ہندوستان کے دور دراز کے مقامات سے آپ کے پاس استفتا آتے تھے اور آپ ان کے جوابات تحریر فرماتے تھے آپ کا مجموعہ فتاویٰ فیوض الرضا کے نام سے چھپ کر شائع ہوچکا ہے، مولانا عبدالحی صاحب حنفی فرنگی محلی لکھنوی سے آپ کی علمی معاصرت تھی، ایک بار ایک مسئلہ کی تحقیق کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے تھے۔ لکھنؤ کے اطراف میں آپ کے علمی فضل وکمال کا بڑا شہرہ تھا، مولانا سراج الیقین صاحب بلگرامی نے اپنی ایک کتاب شمس العارفین میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے،

" آپ بہت بڑے عالم وفاضل، حافظ وقاری، درویش کامل، صاحب نسبت اہل دل تھے، کاتب الحروف آپ کی زیارت سے اکثر مشرف ہوا ہے، آپ یہاں کرسی میں حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے، اور حقیر کو بھی شرف اندوز فرمایا ہے، آپ ہر وقت سر بگریبان حالت استغراق میں رہتے تھے، آپ کی قرارت اور خوش الحانی کا یہ عالم تھا کہ سننے والے بے خود اور محو ہوجاتے تھے، اور زمانہ سابق میں آپ کا قیام

لکھنؤ میں رہتا تھا، آخر عمر میں اپنے وطن بنارس جا رہے تھے، ایک معتمد
شاہ صاحب کا بیان ہے کہ بوقت ذکر شب کو آپ کے ہاتھ پاؤں اور
جملہ اعضاء علیحدہ ہو جاتے تھے " ص ۴۷ (شمس العارفین)

آپ کا کتب خانہ نایاب اور گراں قدر علمی کتابوں پر مشتمل تھا، اور اکثر کتابیں
خود آپ ہی نے نقل کی ہیں، آپ خوش نویس بھی تھے، اور شاعر بھی، ہر صنف
میں طبع آزمائی فرماتے تھے، عربی، فارسی اور اردو میں غزلیات اور دیوان کا
بڑا ذخیرہ آپ نے چھوڑا تھا، اور چند کتابیں بھی تصنیف کیں، جن میں مظاہر الحق
عربی میلاد شریف کے جواز میں اور رغایب الالباب فارسی علم قراءت میں اور
اور سفرنامہ ہندوستان قابل ذکر ہے،

۱۲۷۶ھ میں حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی دہلوی خلیفہ حضرت
مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ کے دست مبارک پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ
میں بیعت فرمائی، اور بنارس میں اس سلسلہ کا اجراء فرمایا، اس کے علاوہ آپ کو
دوسرے خاندان کے سلاسل کی اجازت بھی ملی تھی، آپ نے شجرہ خاندان نقشبندیہ
صرف ۷ شعروں میں نظم بھی فرما دیا تھا،

آپ کے دو بیٹے تھے (۱) مولوی محمد شریف جنھوں نے تحصیل علم کے بعد نوجوانی
کے عالم میں ۱۲- ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ میں پدر بزرگوار کی حیات میں انتقال فرمایا (۲) مولوی
محمد ظریف بڑے صاحبزادے جنھوں نے آپ کی وفات کے ۵ سال کے بعد انتقال
فرمایا، اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے،

آپ کا وصال ۱۲- شعبان ۱۳۱۲ھ بروز یکشنبہ عصر و مغرب کے درمیان ہوا،

اور عیدگاہ لاٹ کے پوربی حصے کے قبرستان میں دفن ہوئے ، آپ کے مزار کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

بود در ذوالجلال مولانا — شہ محمد رضا علی فانی
عالم و فاضل عدیم المثل — صاحب ورع و زہد لاثانی
سالک و کامل ولی اللہ — عارف غرق بحر عرفانی
از کمالات سینہ اش منور — دل چو خور فیض بخش نورانی
غیر حق را بدل نبودش جا — از وفور حضور ربانی
رفت در خلد روز یکشنبہ — بست و یک بد ماہ شعبانی

ہاتفے سال انتقالش گفت
خلد شد ساز قطب صمدانی

ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے،[۱۲] اور جناب[۱۳] مولوی شاہ غلام محمد صاحب رضوی اور جناب شاہ سید محمد اعظم صاحب کے اہتمام سے قل اور فاتحوں کا پابندی سے سلسلہ جاری ہے، کافی زائرین کا اجتماع ہو جاتا ہے،

تیرھویں صدی ہجری

جناب مولوی شیخ طفیل علی اویسی رح

آپ کی ساری عمر توکل و ریاضت میں بسر ہوئی، سلسلہ اویسیہ میں آپ نے بیعت کی تھی، سنہ ۱۲۰۱ھ میں انتقال ہوا، آپ کے خاندان کے لوگ موجود ہیں، لیکن آپ کے حالات نہ بتا سکے، مسجد دو نیم کنگرہ چوہٹہ لال خاں کے صحن میں آپ کا مزار ہے،

مولانا شاہ عبد الحق محدث بنارسیؒ

بنارس میں علم حدیث کا سب سے پہلے درس دینے والوں میں مولانا عبد الحق بنارسی کا نام آتا ہے، ۱۲۰۶ھ میں نیوتنی ضلع اناؤ میں پیدا ہوئے، نیوتنی بھی ان قصبات میں ہے جن کو شاہجہاں اپنی سلطنت کا شیراز کہتا تھا، تاریخی نام "فضل رسول" ہے، نسباً عثمانی ہیں، والد بزرگوار مولوی فضل اللہ نیوتنی سے بنارس آئے، اور یہیں کے ہو رہے،

مولانا عبد الحق نے پڑھنے کو تو دوسرے اہل علم کی طرح کئی حضرات سے پڑھا مگر جیسے استاذ اور ہم سبق آپ کو نصیب ہوئے کم کسی کو نصیب ہوں گے، حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے، اور حضرت سید احمد شہید کے فیض صحبت سے باریاب ہوئے، اور زیارت حرمین کی سعادت بھی حاصل کی،

دہلی سے علوم کی تکمیل کی، طلب حدیث کے شوق میں یمن کا قصد کیا، اور امام محمد بن قاضی شوکانی یمنی سے حدیث پڑھی، سند اور اجازت بنفسہ امام شوکانی سے حاصل ہے، امام کی سند کا نام اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر ہے جو خصوصیت کے اعتبار سے بہت متبرک سمجھی جاتی ہے، قاضی عبد الرحمن بن احمد بن الحسن البہکلہ، شیخ عبد اللہ بن محمد اسمٰعیل امیر الیمانی شیخ محمد عابد بن احمد علی السندی سے بھی استفادہ کیا۔[1]

---

[1] سیرت سید احمد شہید مولانا ابو الحسن علی ندوی ص ۴۵۵

آپ کے درس حدیث میں قاضی شیخ محمد محملی شہری اور مولانا قاضی سید جلال الدین بنارسی حاضر رہتے تھے، اور آپ کے درس کی دور دور شہرت تھی، آپ نے ۷ مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل فرمائی، اور بمبئی پہونچتے پہونچتے ۸ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ میں انتقال فرمایا، "فضل رسول" سے سال وفات نکلتا ہے، ۱۲۸۶ اور وہیں مسجد الخیر میں مدفون ہوئے،

شاہ شیخ شمس الحق دہلوی ثم بنارسی رح

آپ دہلی سے ہجرت کر کے بنارس تشریف لائے، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی اولاد میں ہیں، آپ کے حالات دستیاب نہ ہو سکے، آپ کا مقبرہ نور الدین شہید بنارس کینٹ میں ہے، ۲۹ محرم ۱۳۱۲ھ شب جمعہ میں وفات پائی،

مولانا شاہ کریم اللہ بنارسی رح [1]

آبائی وطن ظہور آباد ضلع غازی پور ہے، تحصیل علوم کی غرض سے الہ آباد آئے اور علوم ظاہری و باطنی سے فراغت حاصل فرمائی، وہاں حضرت شاہ قطب الدین صاحب الہ آبادی قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر مرید ہو گئے، پھر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو جائے، اسی اثنا میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، آپ نے ۷ حج فرمایا تھا، اور آخری حج کے سفر میں راستہ میں

---

[1] نسب نامہ سادات غازی پور بحوالہ تذکرۃ الاعلیٰ از مولوی نذیر الدین بنارسی ص ۵

۱۲۲۹ھ میں بعمر ۶۰ سال وفات پائی،

آپ کی اہل خانہ بڑی نیک اور عابدہ تھیں، ظہور آباد سے ان کو رخصت کرا کر بنارس لائے، اور انھیں کے بطن سے مولانا شاہ عبدالاعلیٰ بنارسی کی ولادت ہوئی، جن کی اولاد کا سلسلہ اب تک قائم ہے،

مولانا شاہ عبدالاعلےٰ بنارسیؒ

آپ نسباً جعفری اور صادقی ہیں، اور ماں کی طرف سے سید، نسب نامہ یہ ہے:-

مولانا شاہ عبدالاعلیٰ بن مولانا شاہ کریم اللہ ابن شاہ ظہور محمد بن شاہ جلال بن قاضی شاہ غلام مصطفےٰ ابن قاضی شاہ قیام الدین بن شاہ عبداللہ بن قطب الاقطاب شاہ محمد غوث گوالیاری بن شاہ خطیر الدین ظہور آبادی بن شاہ عبداللطیف بن خواجہ معین الدین قتال بن خطیر الدین بن بایزید بن فریدالدین عطار نیشاپوری بن حضرت ابوسعید بن حضرت احمد صادق بن حضرت نجیب الدین بن حضرت تقی الدین بن نورالدین ابوبکر بن محمد بن عبداللہ بن اسمٰعیل ابن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ،

آپ کی دسویں پشت میں خواجہ معین الدین قتال نیشاپور سے سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں ہندوستان تشریف لائے، چونکہ یہ بادشاہ علم دوست تھا، اور اس وقت مضافات جون پور اور صوبہ الہ آباد کا انتظام درپیش تھا، اس بنا پر آپ کو قصبہ ظہور آباد ضلع غازی پور اور اس کے اطراف کی حکومت مرحمت فرمائی، اس لئے کہ اس کے اطراف کی حکومت کو اول اول آپ نے فتح فرمایا تھا، اس کے بعد آپ کے

خاندان میں ۱۸۲۳ء تک عہدہ قضا رہا، اور پرگنہ ظہور آباد کے متعلق مواضعات کی رجسٹری وغیرہ خاص ظہور آباد میں محکمہ قضا میں ہوتی رہی، ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ تصوف بھی آپ کا خاندانی شغل تھا،

شاہ ظہیر الدین ظہور آبادی کے صاحبزادے حضرت شاہ سید شیخ محمد غوث جو آپ کی ساتویں پشت میں ہیں، علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد مولانا حمید شطاری[1] کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل فرمایا، اور بارہ تیرہ سال تک چنار کے جنگلوں میں پتیاں کھا کھا کر ریاضت شاقہ کی، آپ کا اتنا شہرہ ہوا کہ خاندان مغلیہ کے ہمایوں بادشاہ دہلی آپ کے مرید اور معتقد ہوئے، اور آپ ہی کی دعا سے دوسری بار ہمایوں کو ہندوستان کی سلطنت نصیب ہوئی جس کا ثبوت گلزار ابرار میں ہمایوں کے منقولہ خط سے ظاہر ہوتا ہے، آخر زمانہ میں گوالیار جا کر مقیم ہو گئے، اور وہیں ۹۷۰ھ میں وفات پائی، آپ کا مزار بھی وہیں ہے، رسالہ معراج نامہ، جواہر خمسہ، اوراد غوثیہ آپ کی تصانیف مشہور ہیں، آپ کے نام سے ظہور آباد میں غوثی تالاب مشہور ہے،

حضرت شاہ محمد غوث اور ان کے برادران درویشی اور مشیخت میں شیخ کہلائے،

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیٰ کے خاندانی تعلقات قصبہ بھتری ضلع غازی پور سے زیادہ تھے، جو شرفا اور سادات کی قدیم بستی ہے، آباؤ اجداد کا وطن ظہور آباد ضلع غازی پور ہے، ان دونوں بستیوں کا تعلق سلاطین دہلی سے رہا ہے، چونکہ ہندوستان میں مضافات جون پور نامور علما، اور فضلا کا مرکز رہا ہے، اس وجہ سے شاہجہاں

---

[1] یہ لوگ اپنے کو شطاری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سلوک اور طریقت میں دوسرے بزرگوں سے زیادہ تیز اور گرم (شطار) تھے،

اس کو "شیراز ہند" کہا کرتا تھا، اور اکثر مشاہیر مصنفین اسی طرف کے ہوئے ہیں، بنارس، غازی پور، اعظم گڈھ بھی مضافات جون پور میں شامل ہیں، لہٰذا ان تینوں اضلاع کے لوگ بھی اکثر جون پوری میں شامل کئے جاتے ہیں، مثلاً ملا محمود صاحب جون پوری مصنف شمس بازغہ وغیرہ اعظم گڈھ کے تھے، مگر جون پور کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، مولانا شاہ عبد الاعلیٰ کا فاروقی خاندان سے قدیم تعلق تھا، ان چار مذکورہ اضلاع بنارس، جون پور، غازی پور، اعظم گڈھ میں سادات کے علاوہ عباسی، صدیقی، فاروقی، انصاری آباد ہیں

مولانا شاہ عبد الاعلیٰ نے گیارہ برس کی عمر میں کتب فارسیہ متداولہ اور عربی صرف ونحو سے فراغت حاصل کر لی، ذہانت بلا کی تھی، اس کے بعد معقول وکتب فقہ وفرائض میں ایسی مہارت تامہ حاصل کی کہ اپنے زمانہ کے دوسرے علماء سے فوقیت لے گئے، ۱۷ برس کی عمر میں تمام کتب درسیہ سے فارغ ہو گئے،

حدیث اپنے پیر بزرگوار مولانا شاہ کریم اللہ صاحب سے پڑھی، اس کی سند یہ ہے

مولانا شاہ کریم اللہ نے شاہ قطب الدین الہ آبادی سے انھوں نے اپنے والد مولانا محمد فاخر الہ آبادی سے، انھوں نے شیخ محمد حیات سندھی مکی سے انھوں نے سالم بصری مکی سے انھوں نے اپنے والد عبد اللہ بن سالم بصری مکی سے انھوں نے شیخ علاء الدین بابلی مصری سے انھوں نے شہاب بن احمد بن محمد بن شامی سے، انھوں نے یوسف بن زکریا انصاری سے، انھوں نے ابراہیم بن علی بن احمد قلقشندی سے، انھوں نے احمد بن محمد مقدسی سے انھوں نے محمد بن محمد بن ابراہیم میدومی سے انھوں نے عبد اللطیف بن عبد المنعم حرانی سے انھوں نے ابو الفرج ابن الجوزی سے

انھوں نے ابو حامد بن محمد بن محمد بزاز سے، انھوں نے عبدالرحمٰن بن بسر بن حکم نیشاپوری سے، انھوں نے سفیان بن عیینہ سے، انھوں نے ابو قابوس سے انھوں نے عبداللہ بن عمر بن عاص سے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث پڑھی اور روایت کی ہے۔

کتاب حصن حصین قلمی متداولہ آپ کے پاس تھی، مولانا محمد فاخر الہ آبادی کی اکثر تصانیف آپ کے کتب خانے میں موجود تھیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث سے محبت اور اتباع سنت کا شوق ہمیشہ سے اس خاندان میں رہا ہے، سلسلہ تصوف میں بیعت بھی اپنے والد بزرگوار ہی سے حاصل تھی، جو مولانا شاہ محمد طیب اللہ (ابن مولانا محمد فاخر نبیرۂ شاہ محمد افضل الہ آبادی) سے خاندان چشتیہ میں بیعت رکھتے تھے، شاہزادگان دہلی جو بنارس میں مقیم تھے، وہ آپ کے مرید ہے اور ہمایوں بادشاہ کے وقت سے لیکر اب تک سلاطین مغلیہ اس خاندان کے معتقد رہے، آخر عمر میں جبکہ آنکھیں جاتی رہیں تو صرف ذکر او شغل بیعت ہی باقی رہا

آپ کو تصنیف و تالیف سے بھی ذوق رہا، ہدایۃ المسلمین فارسی دینیات میں الفرائض علم میراث کا فارسی میں رسالہ یادگار ہے، ایک رسالہ تصوف میں بھی فارسی میں لکھا جس میں صلوٰۃ طیبی مصنفہ حضرت شاہ طیب بنارسی قدس سرہٗ کی اکثر عبارتیں منقول ہیں، چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"بداں کہ تصوف چیست واہل تصوف کیست؟ تصوف پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است، واہل تصوف پیروان سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اند"

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیاء کرام کا اصل مقصود اتباع سنت ہی رہتا ہے۔

نظم تہذیب عربی متن تہذیب کو آپ نے اپنے چھوٹے صاحبزادے کمال الدین کے لئے نظم فرمایا تھا، جیسا کہ نظم کے شروع میں یہی وجہ بیان کی ہے۔ لیکن کمال الدین فوت ہوگئے آپ کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ تھا، جس سے آپ کی وسعت نظر کا اندازہ کیا جاسکتا تھا، لیکن بدقسمتی سے آپ کے خاندان کے آخری فرد حفیظ الدین نے ان تمام کتابوں کو برباد کر دیا، اور آپ کے علمی خاندان سے اب علم کا خاتمہ ہو چکا ہے

مولانا سخاوت علی جونپوری جنھوں نے حدیث کی ایک کتاب القویم فی احادیث النبی الکریم، مشکوٰۃ کے طرز پر لکھی ہے[1]، اور مولانا کرامت علی جونپوری مصنف مفتاح الجنۃ وغیرہ سے مولانا عبدالاعلیٰ سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا،

مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث بنارسی بھی اکثر آپ سے ملنے کے لئے آتے تھے، شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے مولوی جلال الدین احمد ہیں اور چھوٹے کمال الدین احمد جو ۲۵ سال کی عمر میں قضا کر گئے تھے، ان لوگوں کا قیام چیت گنج میں تھا، مگر یہ تمام اولاد اہل حدیث مسلک پر قائم تھیں، اب کوئی نہیں ہے،

سنہ ۱۲۸۸ھ میں حضرت شاہ عبدالاعلیٰ صاحب نے انتقال فرمایا، اور قبرستان شاہزادگان دہلی مقیم بنارس واقع باغ قالمان مسجد کے گوشہ جنوب و مشرق کی جانب مرزا جہاندار بہادر ابن شاہ عالم دہلی کے مقبرہ کے اوپر مدفون ہیں، قبر وصیت کے مطابق خام ہے،

---

[1] یہ کتاب نواب محمد علی صاحب ٹونک کے اہتمام سے مطبع صدیقی بنارس میں چھپی تھی، نواب صاحب مرحوم کو حکومت برطانیہ نے بنارس میں بجرم بغاوت نظر بند کر لیا تھا، یہ نواب صاحب ٹونک کی ریاست کے والی تھے اور موجودہ والیٔ ریاست کے دادا ہیں، نواب صاحب کا اس وقت صرف علمی اصلی مشغلہ رہ گیا تھا، اردلی بازار میں ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر کرائی تھی، جو آج تک اب ٹونک کی مسجد کے نام سے مشہور ہے، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے صاحبزادے مولانا نورالحق کی تیسیر القاری شرح بخاری فارسی کی متعدد جلدیں نواب صاحب نے اپنے

مولانا ہادی علی ہفت قلم بنارسیؒ

ابن مولوی محمد مہدی خوش نویس ابن مولوی عظیم بنارسی،

گلی دیلو متصل پرانی عدالت بنارس میں ۱۲۱۶ھ کو پیدا ہوئے، سن شعور کو پہونچے تو والد بزرگوار کے ایماسے علمائے فرنگی محل کی خدمت میں رہ کر علوم کی تکمیل کی، پھر حافظ محمد ابراہیم مشہور خوش نویس سے مشق کی اور شہرت حاصل کی، آپ کے لکھے ہوئے قرآن مجید چھپ کر اس وقت ہندوستان میں موجود ہیں، بڑے بڑے کاتب آپ کے شاگرد تھے، ۱۲۳۲ھ میں بنارس سے قطع تعلق کر لیا، اور لکھنؤ میں مکان خرید کر وہیں سکونت اختیار کی، اس کے بعد سلوک کی طرف متوجہ ہوئے، اور سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ حسن چشتی مودودی لکھنوی سے بیعت کی،

۱۲۸۶ھ میں انتقال کیا اور ناکوری میں دفن ہوئے (اذکار الابرار ص ۱۴۱)

مولانا ابوالبرکات بنارسیؒ

ابن مولانا فضل امام حنفی قادری مجددی بہاری ثم البنارسی،

علماء صالحین میں سے تھے، ہندوستان میں علوم کی تحصیل کرنے کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، دو مرتبہ حج فرمایا، اور مصر قاہرہ، شام اور قدس شریف تشریف لے گئے، ۱۲۷۹ھ میں ہندوستان تشریف لائے، پھر دوبارہ مدینہ طیبہ ہجرت فرما گئے، آپ کا سلسلہ بیعت شیخ عبدالرشید بن حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی سے ہے، آپ نے مدینہ طیبہ ہی میں چند

کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں برکات الانس لزائری القدس اور کتاب الرحلۃ ۱۲۷۹ھ کی تالیف ہے، فارسی میں برکات الدارین لحاج الحرمین مناسک حج میں تصنیف فرمائی، صفر کی آخری رات میں ۱۲۸۹ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا، نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۹

حاجی شاہ مقصود علی بنارسیؒ

صاحب باطن وپابند شریعت بزرگ تھے، میاں جی عبدالواحد انصاری ساکن للہ پورہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت حاصل فرمائی، اور اجازت وخلافت بھی ملی، محلہ للہ پورہ میں اپنے باغ کے اندر حجرہ بنا کر ذکر وشغل میں مصروف رہا کرتے تھے، جس کو بڑی اماں نے ۱۲۷۷ھ میں بذریعہ رجسٹری ہبہ کیا تھا،

آپ کے مریدین ومعتقدین کا حلقہ بڑا وسیع تھا، اکثر کرامات بھی آپ سے ظاہر ہوئیں، آپ کے خلفاء میں حاجی یوسف علی شاہ صاحب زیادہ مشہور ہیں، جن کا انتقال ۱۷ شعبان ۱۳۰۳ھ میں ہوا،

آپ کو شعر وسخن سے فطری ذوق تھا اور شعور تخلص فرماتے تھے، آپ کے کلام میں تصوف کا رنگ نمایاں ہے، آپ کا دیوان فارسی اور اردو غزلیات پر مشتمل ہے، جو آپ کے مریدوں کے پاس محفوظ ہے،

۱۲۔ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ میں وفات پائی، اور اپنے باغ کے اندر حجرہ کے اندر محلہ للہ پورہ میں مدفون ہیں، ہر سال عرس بھی ہوتا ہے،

شاہ غریب حسین بنارسیؒ

بنارس کے ایک مرد عارف اور درویش باخدا تھے، بابو جگت نرائن سنگھ

رئیس اعظم بنارس آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، چنانچہ آپ کی یادگار میں ایک مسجد بھی بنوائی اور جگت گنج اس محلہ کا نام انھیں کے نام سے موسوم ہوا، شاہ صاحب عجیب درویش تھے کہ ہندو مسلمان دونوں کو اعتقاد تھا،
۱۲۰۵ھ میں وفات پائی اور جگت گنج کی اسی مسجد کے اندر مدفون ہوئے،

شاہ غفور اشرف سمنانی رح

آپ حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے خاندان میں تھے، اور بڑے ہی صوفی صافی بزرگ تھے، بنارس میں ایک عرصے تک قیام رہا، ۱۷۔ شعبان ۱۲۲۶ھ میں آپ نے وفات پائی، اور دریائے گنگا کے اُس پار موضع بشیشر پور متصل رام نگر میں آپ کا مزار ہے،

مولانا شاہ عبد السبحان مچھلی شہری ثم البنارسی رح

تاریخ پیدائش ۱۱۔ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ بوقت صبح صادق یوم جمعہ بمقام مچھلی شہر آپ کے والد بزرگوار کا نام مولانا فضل امام عباسی ہے، نسباً عباسی اور ماں کی طرف سے انصاری ہیں، ولادت کے وقت آپ کے نانا نے جو علم نجوم میں کافی مہارت رکھتے تھے، یہ پیشینگوئی سنائی تھی کہ یہ مولود ۷ برس کی عمر میں ایک سخت بیماری میں مبتلا ہوگا، اگر اس سے بچ گیا تو بارہ برس کے سن میں پانی میں ڈوبے گا، اگر اس آفت سے بھی خدا نے نجات دی تو اس کی عمر ۸۰ برس تک ہو جائے گی، اور اتنی عمر میں یہ بڑے بڑے علماء اور مشائخ کی خدمتوں سے فیض حاصل کریگا،

غرض اس پیشین گوئی کے مطابق ۷ برس کی عمر میں خون کے دستوں کے مریض ہوئے اس مایوسی کی حالت میں حضرت شاہ فضل اللہ دہلوی اتفاقاً بنارس تشریف لائے اور ان کی دعا کی برکت سے خدا نے صحت عطا فرمائی، پھر ۱۰ برس کی عمر میں اتفاق سے اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ تالاب میں غسل کرنے کے لئے گئے اور ڈوبنے لگے، مگر اس مصیبت سے بھی نجات ملی۔ ان سب مہلکات سے نجات پاکر قرآن مجید پڑھنے میں مشغول ہو گئے، والد بزرگوار نے قرآن مجید پڑھایا، اور شیخ برکت اللہ انصاری سے فارسی پڑھی، پھر جون پور تشریف لائے، لیکن وہاں ذرائع عنقا پاکر بنارس تشریف لائے، اور مولانا طالب الحق لکھنوی مقیم مسجد چوک بنارس کی خدمت میں رہ کر عربی پڑھنا شروع کیا۔ فارسی پڑھنے کا شوق بھی دامنگیر تھا، اس لئے مولانا خادم حسین صاحب ساکن کتوا پورہ جو ملا محمد عمر سابق بنارسی کے علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے، اور اسی زمانے میں لکھنؤ سے فارغ ہو کر تشریف لائے تھے، انشا دیوان کی کتابیں پڑھیں اسی زمانے میں نواب شریعت اللہ مرحوم کی ڈیوڑھی پر نواب ولایت حسین خاں و قربان علی خاں کی تعلیم کے لئے ملازمت بھی ملی تھی، اس اثنا میں مولانا مصطفٰے اشتیں بہاری شاگرد مولانا خادم حسین سے چند عربی کی کتابیں پڑھیں، اس وقت علم کے لحاظ سے بنارس بڑی مرکزی حیثیت کا مالک تھا، مولانا احمد اللہ دہلوی محدث، مولانا رحمت اللہ دہلوی شاگرد خاص حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا غلام یحیٰی بنارسی، مولانا غلام حسین جون پوری منجم، مولانا غلام یحیٰی لکھنوی، مولانا قطب الدین فرنگی محلی وغیرہم مشاہیر علما کا قیام تھا،

آپ اپنے زمانۂ طالب علمی کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ:

ایک روز فجر کے وقت چوک کی مسجد میں گئے، نماز کے بعد ایک بزرگ کو مسجد کے فرش پر استراحت کی حالت میں پایا، کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ تو کون ہے؟ جواب دیا طالب علم، پھر نام پوچھا، بتایا عبد السبحان، اس کے بعد تعلیم اور مسکن کے متعلق دریافت کیا، چنانچہ ہر ایک کا جواب دیا، اس کے بعد مولانا نے حضرت کا نام نامی دریافت کیا، فرمایا سید عبد اللہ قندہاری، اس کے بعد دریافت فرمایا کہ کب تشریف لائے، فرمایا کل رات کو آیا، آپ نے قرینے سے گمان کیا کہ ان بزرگ نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے، فوراً حضر ماحضر لاکر پیش کیا، ارشاد ہوا کہ کس لئے یہ تکلیف گوارا کی، جواب دیا کہ صرف اپنی سعادت سمجھ کر لایا، غرض اس میں سے کچھ کھایا اور مولانا کو کھلایا، پھر فرمایا کہ بھائی! نزد ما آمدہ باش، عرض کیا انشاء اللہ، اس کے بعد سے برابر وہاں جاتے رہے، اور سید صاحب کی خدمت سے باریاب ہو کر ان کے سایۂ عاطفت میں علمی اور روحانی پرورش پائی،

ایک روز فرمایا کہ میں تیری طبیعت کا میلان منطق کی طرف دیکھتا ہوں بھائی! فقہ، فرائض اور اصول وعقائد پڑھ کر تیرے کام آئے، چنانچہ دوسرے دن جمعہ تھا، تعمیلاً نماز جمعہ سے پہلے شرح وقایہ لے کر حاضر ہوئے، اس وقت حضرت استراحت فرما رہے تھے، آہٹ پاکر بیدار ہوئے، اور ہاتھ اٹھاکر فاتحہ پڑھا، فاتحہ کے بعد ایسی خوشبو پھیلی کہ تمام مسجد معطر ہو گئی، اسی وقت کتاب شروع ہو گئی، پھر حضرت نے فرمایا کہ یہ خوشبو جانتے ہو کیا تھی؟ آپ نے

عرض کیا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ فاتحہ کے بعد دو بزرگ تشریف لائے، اور انھیں کے لباس میں یہ خوشبو تھی، فرمایا کہ سچ کہا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فاتحہ کے بعد مع مصنف کتاب تشریف فرما تھے، عرض کیا کہ یہ سب آپ ہی کے فیض توجہ کا نتیجہ ہے، ورنہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟

شرح وقایہ پڑھنے کے زمانے میں آپ کو عجیب وغریب خواب نظر آتے تھے، کبھی اپنے کو ایک مجلس کے اندر پاتے، کبھی دریا کے کنارے لق ودق میدان میں، ایک روز خواب دیکھا کہ ایک محفل میں گئے، اور ایک بزرگ نے ایک کتاب مرحمت فرمائی، اور حفاظت سے رکھنے کی تاکید فرمائی، دوسرے روز سید صاحب کی خدمت میں پہونچے تو پوچھا کہ کل رات تمھیں کوئی کتاب ملی ہے، ؟ عرض کیا جی ہاں! اس کے بعد ہنس کر فرمایا کہ کل شرح وقایہ مع الخیر والعافیہ ختم ہو جائیگی یہ اسی کی بشارت تھی، چنانچہ ایسا ہی ہوا،

آپ کو بیعت وارادت شاہ گلزار کشنوی سے حاصل تھی، آپ نے موصوف سے سلسلہ قادریہ میں بیعت حاصل فرمائی تھی، قیام اخیر تک محلہ کندی گر ٹولہ میں رہا، آپ کے مریدین کثرت سے ہوئے اور اب بھی موجود ہیں، آپ کے ملفوظات کا قلمی اور غیر مطبوعہ دیوان آپ کے فرزند جناب مولوی شاہ نور الحق صاحب مالک ہندوستانی پریس کے کتب خانے میں محفوظ ہے، جن کا اب انتقال ہوگیا ہے اور ان کے بیٹے قاری محمد ابراہیم صاحب کے پاس یہ متروکات محفوظ ہیں، آپ کا قلمی کتب خانہ اب بھی موجود ہے اور نوادر سے پر ہے

آپ کو کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا، عبدالاحد ایک ایرانی تاجر کتب کی دوکان چوک کی مسجد کے نیچے تھی، وہ قلمی کتابوں کا بڑا ذوق رکھتا تھا، آپ اکثر وہاں سے خریدتے ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۲ھ میں ۸۹ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا، اس وقت آپ کے پوتے جناب قاری محمد ابراہیم صاحب آپ کے جانشین ہیں، مولانا کے فرزند دلبند جناب مولوی نور الحق صاحب کا حال ہی میں انتقال ہوگیا،

آپ کا مزار مبارک مسجد اونچا قریب سنکر تالاب واقع ہے، اور بڑی بلندی پر ہے، ہر سال عرس بھی ہوتا ہے، آپ کے مرید حاجی گھسیادن بھی وہیں مدفون ہیں، مولوی نور الحق صاحب نے آپ کے مزار پر یہ کتبہ نصب کیا ہے:

چوں بنام عبد سبحاں شیخ عہد	پیک رب آورد پیغام اجل
صوفی صاحب صفاقطب زماں	بندۂ خاص خدائے لم یزل
چوں تجاوز کرد از ہشتاد و نہ	سال عمرش وارہید از علل
عازم ملک بقا شد زیں سرا	ترک دنیا کرد یا نعم البدل
بست و ہفت از ماہ چہارم وقت شب	پاس اول بود ہم یوم الرحل
رفت از دنیا بروضات جناں	اکمل الفضلاء و عالم باعمل
نور محزوں جست سال انتقال	ایں ندا از غیب آمد برمحل ۱۳۴۲

حضرت عارف باللہ سید شاہ صابر علی قدس سرہٗ

تیرہویں صدی ہجری کے بنارس کے مشہور بزرگ ہیں، حضرت قاری نور الحق رام پوری قدس سرہٗ سے خرقہ خلافت نصیب ہوا، اور سلسلہ چشتیہ میں مرید ہوئے

ساری زندگی استراحت سے گریز فرمایا، اور ہمیشہ اذکار میں مصروف رہے، غنودگی کے عالم میں دیوار سے تکیہ لگالیا کرتے، اسم ذات اللہ سوا لاکھ مرتبہ ایک سانس میں ورد فرماتے، ایک مدت تک روزہ رکھا، اور راتیں جاگ کر گزار دیں، افطار کے وقت سات لقمہ یا تین کھجوروں پر اکتفا فرماتے، عمر کے آخری حصوں تک عبادت و مجاہدہ میں مصروف رہے،

آپ سے اکثر کرامات ظاہر ہوئیں، اور مشہور ہیں، آپ کے مریدین کی تعداد بنارس اور اس کے نواح میں بہت زیادہ ہے،

۴۔ صفر ۱۲۷۷ھ میں بعمر ۶۰ سال اس دنیا سے پردہ فرمایا، باقریہ گنڈ نزد سالارپورہ تالاب کے کنارے بلندی پر آپ کا مقبرہ ہے، آپ کی خانقاہ اور مکانات بھی وہاں ہیں، آپ کے مرید صالح شاہ قطب علی صاحب تے آپ کا مقبرہ اور گنبد اپنے اہتمام سے از سر نو تعمیر کرایا تھا، آپ کے فرزند نرینہ شاہ سید شمس الحق نے مقبرہ کے دروازے پر یہ تاریخ کندہ کی ہے،

چو چارم صفر صابر علی شد	شدہ از دار دنیا سوئے جنت
بہ شمس الحق ندا آمد ز افلاک	بگو صابر علی نور حقیقت
	۱۲۷۷ھ

دوسرا کتبہ یہ لگا ہوا ہے:۔

دریں دور مسعود سال نکو	چو تعمیر شد روضۂ صابری
ندا داد ہاتف پئے سال او	بگو شمس حق روضۂ صابری

آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے، ہر سال عرس بھی ہوتا ہے، اور کافی زائرین شرکت کے لئے دور دور سے آستانہ پر حاضر ہوتے ہیں،

حضرت شاہ قطب علی بنارسیؒ

آپ کا قدیم وطن اعظم گڑھ تھا، وہاں سے مستقل طور پر بنارس آکر مقیم ہو گئے سلسلہ نسب حضرت مخدوم بیابانی تک پہونچتا ہے، جو حضرت حاجی چراغ ہند ظفرآبادی سہروردی کے خلیفہ ہیں، حضرت شاہ سید صابر علی بنارسی سے بیعت کرنے کے بعد خرقہ خلافت زیب تن کیا، اس کے بعد عبادت وریاضت میں مشغول ہوئے۔ اور حضرت چراغ ہند ظفرآبادی کے حجرے میں چلہ فرمایا ایک بار حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری بہاری کے مزار کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے، وہاں گیارہ دن تک قیام فرمایا، اور بے آب ودانہ بسر فرمایا، بارہویں دن ایک مہمان آیا، آپ کو تشویش ہوئی جنگل میں جاکر درگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگار! اب تک میں اکیلا تھا، اب ایک مہمان آگیا ہے، تو ہی عزت رکھنے والا ہے، وہاں سے مغرب کے وقت واپس آئے اور نماز پڑھی، عشا کے بعد ایک بزرگ ایک طشت میں کھانا لے کر حاضر ہوئے۔ دریافت کرنے پر انھوں نے بتایا کہ "تیرے دادا آدم نے بھیجا ہے، میرا نام الیاس ہے"

آپ نے ۸ برس پاک پٹن میں صرف فریدبوٹی کھا کر مجاہدہ فرمایا اور سید میران بھیکہ ترمذی سوانی کے مزار پر ۶ ماہ چلہ فرمایا، کلیر شریف میں ۶ ماہ تک حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے حجلہ میں مجاہدہ معکوس میں مشغول تھے، ردولی میں بھی ایک عرصے تک صرف گھاس کھا کر مجاہدہ فرمایا،

ابتدا میں اپنے پیر و مرشد کی اجازت سے کھگوا ضلع مرزاپور میں پہاڑ کے اوپر قیام فرمایا تھا، وہاں سے پہاڑ کا ایک چشمہ بھی جاری ہوا تھا، پتھر کی بڑی چٹان پر کوٹھری بنا کر دو سال قیام فرمایا جو اب بھی موجود ہے،

۱۳۱۵ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، درگاہ حضرت قاسم سلیمانی چنار، اجمیر شریف، دہلی میں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر چلہ فرمایا، تہجد کے وقت فجر و مغرب کی نماز کے بعد حلقہ ذکر جاری فرماتے تھے، مریدین کو نماز کی خاص تاکید فرماتے، آپ کے مریدین بنارس اور ردولی شریف میں بکثرت ہیں، قافلہ کے ہمراہ رام نگر اور چکیا جاتے ہوئے آپ اجمیر شریف تشریف لے گئے، وہاں سے ردولی شریف واپس آئے، پھر علیل ہو گئے، اور وہیں ۲۶۔ رجب ۱۳۱۹ھ بروز دوشنبہ بوقت ۸ بجے شب انتقال فرمایا، وہاں سے آپ کی لاش بنارس منتقل ہوئی، اور یہیں اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ سید صابر علی کے جوار میں مدفون ہوئے، آپ کا قبہ مزار بالکل اجمیر کا نمونہ ہے، اور مقبرہ عالی شان سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے، دروازے پر یہ تاریخ کندہ ہے:

اذا رجع القلب الی اصلہ	قد وقع الحزن علی الطالبین
ارّخ للحفظ امین اثیم	قد رضی اللہ من المحسنین

۱۳۱۹ھ

آپ کا عرس ہر سال ہوتا ہے، آپ کے مزار پر جاگیریں بھی وقف ہیں، اس وجہ سے سال بھر لنگر جاری رہتا ہے، اور عوام آپ کے مقبرہ کے مقام کو لنگر کہتے ہیں،

شاہ صاحب نے رفاہ عام کے لئے بہت سے کنویں کھدوائے، اور مسجدیں تعمیر کرائیں، چکیا میں شاہ عبداللطیف کا مقبرہ تعمیر کرایا، اور ایک مسجد دکنواں بھی تیار کرایا، ردونی میں حضرت مخدوم عبدالحق کا مقبرہ بنوایا جس میں پانچ ہزار روپئے صرف ہوئے، نندادان میں ایک مسجد تعمیر کرائی، جس میں بابا فریدالدین گنج شکر کی زنجیر کا ایک ٹکڑا لگا ہے، اور کعبہ شریف کا ایک پتھر بھی لگا ہے،

شاہ سید شمس الحق چشتی بنارسی قدس سرہٗ

آپ حضرت شاہ سید صابر علی بنارسیؒ کے اکلوتے فرزند ہیں، ۱۳۱۵ھ میں شاہ قطب علی صاحب سے مرید ہوئے، خلافت اور چہار خاندان کی اجازت بھی پائی، آپ کی ذات سے اہل بنارس فیض یاب ہوئے تصوف میں آپ نے اکثر رسائل تصنیف فرمائے ہیں،

۷ رصفر ۱۳۶۱ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے والد ماجد حضرت شاہ صابر علی کے قبہ مزار کے اندر مدفون ہیں،

حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل بنارسیؒ

بنارس کے بڑے باکمال بزرگوں میں ہیں، آپ کو پڑھنے کا شوق بچپن ہی میں پیدا ہوا، پہلے تو قرآن پاک حفظ کیا، اس کے بعد مولانا رضا علی قطب بنارس کی خدمت میں رہ کر فیوض حاصل کئے، آپ کے والد بزرگوار جناب حکیم باب اللہ صاحب نے بچپن ہی میں انتقال کیا، اس لئے آپ یتیم بھی تھے

علم طب جسمانی کی تکمیل بنارس کے مشہور طبیب حکیم بدرالدین صاحب ساکن محلہ سلیم پورہ سے فرمائی، روحانی تربیت کے لئے مولانا شاہ محمد فصیح غازی پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت فرمائی،

اس زمانے میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف ہوئے، آپ کی چند تصنیفات بھی یادگار ہیں، جن میں دو کتابیں میری نظر سے گذر چکی ہیں، (۱) درۃ النظام فی منع القراءۃ خلف الامام: ۱۲۹۲ھ میں تالیف ہوئی، اور صدیقی پریس بریلی میں چھپی ہے، فقہ حنفی کی رو سے مدلل طور پر امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کا ثبوت دیا ہے (۲) وسیلۃ المغفرۃ فی یوم الآخرۃ، ۱۲۹۳ھ میں آپ کے انتقال کے بعد رحمت پریس ناگ کنواں میں چھپا، اس کتاب میں نماز جنازہ اور میت کے احکام تجہیز و تکفین بیان کئے ہیں،

آپ سے اکثر کرامتیں ظاہر ہوئیں اور دعائے استسقا کی کرامت اب تک مشہور ہے، اس کا قصہ یہ ہے کہ بنارس میں ایک بار پانی کا برسنا بند تھا، اور برنا ندی خشک ہو کر غبار اڑانے لگی، مسلمانوں نے دعا خوانی کا انتظام کیا، اور برنا ندی کے اس پار عیدگاہ میں تمام مسلمانان شہر روزہ رکھ کر جمع ہوئے، پہلے دن عصر کے وقت مولوی حکیم بدرالدین صاحب رونق افروز ہوئے، دوسرے روز ایک اور بزرگ کھڑے ہوئے، تیسرے روز مسلمانوں نے بالاتفاق آپ کی خدمت میں درخواست پیش کی، آپ نے کہا" میں بہت ناکارہ گنہگار ہوں، بڑے بڑے اللہ والے مجمع کے اندر موجود ہیں، سب لوگوں نے کہا بس آج آپ کی باری ہے، آخر میں باصرار منبر پر جانا

منظور فرمایا، حاجی محمد طاہر صاحب ساکن کچی باغ کا بیان ہے کہ جب آپ منبر پر تشریف لے گئے تو وہ توے کی طرح جل رہا تھا، لوگوں نے کپڑا بچھانا اور چھتری لگانا چاہا مگر آپ نے منظور نہ فرمایا، آپ کھڑے ہو کر سر سے عمامہ اتار کر گریہ وزاری سے دعا فرمانے لگے، یہ دعا ایسی مستجاب ہوئی کہ یکایک بادل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نمودار ہوا، اور اس زور سے موسلا دھار بارش ہوئی کہ عید گاہ میں جب نماز عصر ادا کی گئی تو لوگوں کے سجدے پانی میں تھے، نماز کے بعد واپسی کے وقت برنا ندی اتنی لبریز تھی کہ جب گنگا سے کشتیاں آئیں تو راستہ طے ہوا، آپ کی اس کرامت سے سارا شہر متحیر تھا، شہر کے بڑے بڑے مہاجن دو رویہ صف باندھے کھڑے تھے، اور پھولوں کے ہار ڈالتے تھے،

۱۸ - رمضان المبارک ۱۲۹۴ھ بروز پنجشنبہ آپ کا انتقال ہوا، اس وقت آپ کے استاد مولانا رضا علی صاحب قطب بنارس کو اس قدر صدمہ پہونچا تھا کہ رو کر کہہ رہے تھے کہ "آج ہمارا دایاں بازو کٹ گیا"، اور برجستہ ایک رباعی موزوں فرمائی جو آپ کی قبر واقع شاہ شہید پر کندہ ہے :-

آہ حافظ محمد اسمٰعیل | سیر بقا و فنا چو کرد رحیل
گفت ہاتف بکن ز روئے وفا | سال فوتش ز نام وے تحصیل

"آہ حافظ محمد اسمٰعیل"، مادہ تاریخ وفات ہے، آپ کی اولاد میں مولانا خلیل الرحمٰن اس وقت ۱۰ سال کے تھے، آگے چل کر آپ کے جانشین بنے، ان کے تین بیٹوں میں مولوی شفیع الرحمٰن صاحب بڑے صاحبزادے آپ کے جانشین تھے ان کا انتقال ہو گیا، اب دو صاحبزادے مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب اور حافظ

عزیز الرحمٰن صاحب ماشاء اللہ موجود ہیں، اور یہ دونوں حضرات اپنے والد ماجد اور اپنے برادر بزرگ کے جانشین ہیں،

مجھ خاکسار کے والد ماجد مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہٗ سے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم کو کئی طرح کی نسبتیں حاصل تھیں، استاد بھائی بھی تھے اور عرفانی بھائی بھی، اور ایک ہی پیر و مرشد حضرت شاہ عبد اللطیف ستھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں حضرات مرید بھی، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کا اٹھہتر سال کی عمر میں انتقال ہوا اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہیں!

خاتمہ

تیرھویں صدی ہجری کے آخر تک جن علماء و مشائخ کے حالات مل سکے وہ اس کتاب کے اندر شامل کر دیئے گئے ہیں، افسوس ہے کہ بعض بزرگوں کے حالات کا اب تک صحیح پتہ نہ چل سکا، اس لئے یہ کتاب ان کے تذکرہ سے محروم ہے، ممکن ہے کہ میرے بعد کوئی اور صاحب اس کو مکمل کر سکیں، بہرحال میری طرف سے کوشش برابر جاری ہے، ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ تکمیل کی دعا فرمائیں بنارس کے چودھویں [illegible] علماء کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں کیا جا سکا، ان شاء اللہ اگر توفیق ایزدی شامل [illegible] رہی تو ان کا تفصیلی تذکرہ مستقل کتابی صورت میں "تذکرہ مشاہیر بنارس" کے نام سے شائع ہوگا،

واللہ الموفق والیہ المرجع والمآب،

فقیر عبد السلام [illegible] غفرلہٗ ولوالدیہ


ندوة المعارف
بنارس